امام علی علیه السلام و حسرت انصار

از: استاد محترم
سید جواد نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



مشخصات کتاب

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔ علیؑ وحسرت انصار

تالیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ استاد بزرگوار سید جواد نقوی

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ متاب پبلیکیشنز

اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔ فروری ۲۰۲۰

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۰۰

کتاب حاصل کرنے کا پتہ

متاب پبلیکیشنز کے تمام سینٹرز

علیؑ و حسرت انصار



فہرست

عرض ناشر

زندگی کے اُصول قرآن مجید میں خداوند تبارک و تعالی نے جامع طور پر بیان فرمائے ہیں جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم تک پہنچایا ہے۔ جس ہستی نے اپنی زندگی میں ان قرآنی اور انبیاء کے اصولوں کو لاگو کیا اور کوشش کی کہ اپنے پیروکاروں کی زندگی میں اور اپنے ارد گرد رہنے والوں کی زندگی میں بھی لاگو کریں اس ہستی کا نام علی ابن ابی طالبؑ ہے۔ جنہوں نے اپنی مکمل زندگی خدا کی عبادت اور رسول خدا ﷺ کی اطاعت میں گزاری اور سختی سے زندگی میں ان اصولوں کو اپنایا اور اس طرح سختی کے ساتھ اپنایا کہ تمام زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں ملتا کہ امام نے ان اصولوں میں سے ایک قدم بھی دائیں یا بائیں اٹھایا ہو۔

وہ اُصول جن پر علیؑ نے عمل بھی کیا اور لوگوں کو بتائے بھی ،وہی اصول علماء نے اکٹھے کیے ہیں اور اس مجموعے کا نام نہج البلاغہ رکھا ہے ۔نہج البلاغہ فقط ثواب کی کتاب نہیں بلکہ نہج البلاغہ اصول زندگی ہے ۔ وہ اصول زندگی جو انسان کی زندگی کو سعادت بخش بنا دیتے ہیں۔

نہج البلاغہ چونکہ قرآن کی تفسیر ہے اس لئے ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔ اس کی ہر ایک حکمت ہر ایک کلمہ بظاہر بڑا سادہ سا ہے لیکن اس کے اندر گہرائی چھپی ہوئی ہے۔ امام علی علیہ السلام خود فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایک باب علم کا سکھاتے تھے میرے لئے اس سے ہزار باب علم کے کھل جاتے تھے اور پھر میں ہر باب سے ہزار ہزار باب اور کھول لیتا

تھا۔یعنی علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک حکمت سکھاتے تھے اور علیؑ کے نفس میں آکر وہ لاکھوں حکمتیں بن جاتی تھیں۔اس نفس علیؑ سے اب حکمت امت تک پہنچ رہی ہے۔

نہج البلاغہ ایک جامع، اعتقادی، اخلاقی، تاریخی، علمی، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی کتاب ہے جو ان تمام مذکورہ موضوعات پر تعلیمات و ہدایات فراہم کرتی ہے۔ نہج البلاغہ جیسا کہ محتاج تعارف نہیں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خطبات، فرمودات اور مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جن کو علامہ بزرگوار سید رضیؒ نے چوتھی صدی کے اواخر میں مرتب کیا۔

اس نہج البلاغہ کو ہمیں مہجوریت سے نکالنا ہے اس کو منشور زندگی بنانا ہے اور جو لوگ اپنے آپ کو شیعانِ علی علیہ السلام اور پیروان علی علیہ السلام کہتے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ علی علیہ السلام کی پیروی یعنی علی علیہ السلام کی حکمتوں پر عمل کریں۔

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اکثر افرادِ ملت اس گوہر آبدار سے ناواقف ہیں، اس کے مضامین ومفاہیم ان کی نظروں سے پنہاں ہیں۔ اکثر اہل ایمان کی اس سے شناسائی محض اس کا نام جاننے کی حد تک ہے۔یعنی ہم پیروکار علیؑ ہونے کا دعوی تو کرتے ہیں مگر علم علیؑ اور حکمت علیؑ سے ناواقف ہیں۔ امام علی علیہ السلام کو کیسے پیروکار چاہیے اس کا تذکرہ بھی نہج البلاغہ میں خود امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے۔ امامؑ اپنی حسرتوں کا اظہار بھی ان ہی خطبات میں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مجھے جیسے اطاعت گزار چاہیے تھے، وہ میری

حسرت ہی رہی اور وہ مجھے آج تک نہیں ملے۔

نہج البلاغہ کی انہی حکمتوں میں سے حکمت نمبر ۲۸۹، اور خطبہ نمبر ۳۴ کا تذکرہ اس کتابچہ میں کیا گیا ہے۔ جس میں امام علی علیہ السلام نے اپنی حسرت کا اظہار کیا ہے اور جسے استاد محترم سید جواد نقوی حفظ اللہ نے بہت اچھے انداز میں مشرب ناب کے شمارہ نمبر ۸۳ میں بیان فرمایا ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ امام علی علیہ السلام کی ان حسرتوں کو بہترین انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ ہم امام علی علیہ السلام کی حسرتوں کو جان کر ان کو پورا کرنے کی کوشش کر سکے۔



وَ قَالَ (علیه السلام): كَانَ لِي فِيمَا مَضَى أَخٌ فِي اللَّهِ وَ كَانَ يُعْظِمُهُ فِي عَيْنِي صِغَرُ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ وَ كَانَ خَارِجاً مِنْ سُلْطَانِ بَطْنِهِ فَلَا يَشْتَهِي مَا لَا يَجِدُ وَ لَا يُكْثِرُ إِذَا وَجَدَ وَ كَانَ أَكْثَرَ دَهْرِهِ صَامِتاً فَإِنْ قَالَ بَذَّ الْقَائِلِينَ وَ نَقَعَ غَلِيلَ السَّائِلِينَ وَ كَانَ ضَعِيفاً مُسْتَضْعَفاً فَإِنْ جَاءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَيْثُ غَابٍ وَ صِلُّ وَادٍ لَا يُدْلِي بِحُجَّةٍ حَتَّى يَأْتِيَ قَاضِياً وَ كَانَ لَا يَلُومُ أَحَداً عَلَى مَا يَجِدُ الْعُذْرَ فِي مِثْلِهِ حَتَّى يَسْمَعَ اعْتِذَارَهُ وَ كَانَ لَا يَشْكُو وَجَعاً إِلَّا عِنْدَ بُرْئِهِ وَ كَانَ يَقُولُ مَا يَفْعَلُ وَ لَا يَقُولُ مَا لَا يَفْعَلُ وَ كَانَ إِذَا غُلِبَ عَلَى الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى السُّكُوتِ وَ كَانَ عَلَى مَا يَسْمَعُ أَحْرَصَ مِنْهُ عَلَى أَنْ يَتَكَلَّمَ وَ كَانَ إِذَا بَدَهَهُ أَمْرَانِ يَنْظُرُ أَيُّهُمَا أَقْرَبُ إِلَى الْهَوَى فَيُخَالِفُهُ فَعَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْخَلَائِقِ فَالْزَمُوهَا وَ تَنَافَسُوا فِيهَا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِيعُوهَا فَاعْلَمُوا أَنَّ أَخْذَ الْقَلِيلِ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ الْكَثِيرِ. (خطبہ نمبر۲۸۹)

امیر المومنین علی علیہ نے اس حکمت میں اپنی حسرتوں کا اظہار لوگوں کے سامنے کیا ہے تاکہ امت امامؑ کی حسرت و آرزو کو پورا کر سکیں۔

حسرت کی حقیقت:

امیر المومنین علیہ السلام کی حسرتیں کیا تھیں؟ نہج البلاغہ کے متعدد خطبات میں اور مختلف مواقع پر امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی حسرتوں کا اظہار کیاہے، حسرت در حقیقت انسان کی اس نفسانی حالت کا نام ہے جس میں انسان افسوس کے ہمراہ ایک امید بھی رکھتاہے، امید یہ ہے کہ وہ عمل و مقصد جو مد نظر ہے وہ حاصل ہو جائے اورافسوس اس بات پر ہے کہ اب تک وہ مقصد کیوں حاصل نہیں ہوا؟ جب یہ دونوں کیفیتیں افسوس اور امید اکٹھے ہو جائیں تو انسان کے اندر ایک حالت پیدا ہوتی ہے جس کا نام ''حسرت'' ہے ۔یعنی وہ

لازمی مقصد و عمل جسے انجام پا جانا چاہیے تھا وہ مقصد جس کو حاصل ہو جانا چاہیے تھا لیکن ابھی تک حاصل نہیں ہوا یہ امید کرنا کہ حاصل ہو جائے اور افسوس کرنا کہ کیوں حاصل نہیں ہوا، یہ حسرت ہے۔

رہبروں کی حسرتیں!

امیر المومنین علیہ السلام کے قلبِ نورانی میں ایسی بہت سی حسرتیں تھیں، جس طرح رسول اللہ ﷺ کے قلبِ نورانی میں بھی ایسی حسرتیں موجود تھیں جیسے غلبہ ٔدین جو مقصدِ بعثتِ انبیاء علیھم السلام و بالخصوص مقصد بعثت رسول اللہ ﷺ ہے، یہ امید ہے اور افسوس بھی ہے کہ ابھی تک حاصل نہیں ہوئی، یہی دو کیفیتیں حسرت پیدا کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے قلبِ نورانی میں یہ حسرت تھی کہ اے کاش دین غالب آجائے،لوگوں کی ہدایت رسول اللہ ﷺ کی حسرت ہے کہ اے کاش یہ سارے لوگ ہدایت پا جاتے، یہ گمراہ بھی ہدایت پا جاتے۔ امید ہے کہ راہ ہدایت پر آجائیں، اس امید کے ہمراہ یہ حسرتیں پیروان رسول اللہ ﷺ اور پیروان آئمہ علیھم السلام کے لیے ہیں اور خصوصاً پیروان امیر المومنین علیہ السلام کے لیے یہ حسرتیں ایک در کھولتی ہیں، چونکہ رہبر، امام و پیشوا کی تکمیلِ حسرت اور جس مقصد کی اس کو حسرت ہے اس کو تکمیل تک پہنچانا یہ امت کا فریضہ و امت کی ذمہ داری ہے۔

اگر فقط شانِ رسول اللہ ﷺ میں کلام پڑھ دیں، اگر فقط مدح و ثناء کر دیں اس سے حق رسول اللہ ﷺ ادا نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ امت کو

جہاں دیکھنا چاہتے ہیں وہاں امت کو پہنچا دینا، یہ تکمیلِ حسرت رسول اللہ ﷺ ہے جو امت کا فریضہ ہے۔

حسرت امیر المومنین علیہ السلام

خود امیر المومنین علیہ السلام کی زبانی آپؑ کی حسرت سنتے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام کی بھی حسرت تھی جیسے ہماری ہر ایک کی حسرتیں ہیں، آرزوئیں اور ارمان ہیں۔ اسی طرح امامؑ کی بھی حسرتیں، ارمان اور آرزوئیں ہیں۔ حکومتِ علوی کے زمانے میں امامؑ کی کچھ آرزوئیں پوری نہیں ہوئیں حتیٰ کہ بستر شہادت پر بھی ان آرزوؤں کو تکرار کیا۔ وہ کونسی آرزوئیں تھیں جو پوری نہیں ہوئیں؟ ان آرزوؤں کو پورا کرنا امیر المومنین علیہ السلام کا کام نہیں تھا بلکہ اُمت کا کام تھا، پیروکاروں کا کام تھا یعنی دوسروں کو کچھ کرنا تھا تب امیر المومنین علیہ السلام کی آرزو پوری ہونی تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے خداوند تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یہ فرمایا "اے پروردگار! میری یہ آرزو پوری ہوگئی کہ مجھے جیسا ربّ چاہیے تھا تو ویسا ہی ہے، لیکن اے خدا! تیری آرزو بھی پوری ہوئی یا نہیں! کیا علیؑ بھی وہی بندہ ہے جو تجھے چاہیے تھا"۔ اب ہم بھی کہیں گے " اے امیر المومنین علیہ السلام ہماری ایک آرزو تو پوری ہوگئی کہ ہمیں جیسا امام چاہیے تھا آپ وہی امام ہیں، ہمیں جیسا پیشوا چاہیے تھا آپ وہی پیشوا ہے لیکن اے علی علیہ السلام آپ بتائیں کہ آیا آپ کی بھی آرزو پوری ہوئی کہ نہیں، کیا ہم وہی شیعہ ہیں جو آپ چاہتے ہیں؟"

حسرتِ پیروکار

ساری عمر امیر المومنین علیہ السلام کو بڑی شدت سے پیروکاروں کی حسرت تھی۔جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہوئی تو امیر المومنین علیہ السلام نے حسرت کی کہ اے کاش! حضرت حمزہؓ زندہ ہوتے۔اس وقت بہت سارے زندہ تھے لیکن امامؑ نے حسرت ظاہر کی کہ اے کاش! حمزہ سید الشہداءؓ زندہ ہوتے،اے کاش! جعفر طیارؓ زندہ ہوتے۔جبکہ عقیلؓ زندہ تھے، عقیلؓ آپ کے بھائی تھے۔رحلت رسول اللہ ﷺ کے وقت بھائی زندہ ہیں لیکن حضرتؑ کیا کہہ رہے ہیں کہ اے کاش! آج جعفر طیارؓ زندہ ہوتے جبکہ عباس جو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے وہ اس وقت زندہ ہیں لیکن امیر المومنین علیہ السلام کیا فرماتے ہیں اے کاش! آج حمزہؓ زندہ ہوتے۔حضرت حمزہؓ بھی رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں لیکن چھوٹے چچا ہیں۔بہت سارے موقعوں پر امیر المومنین علیہ السلام نے آرزو کی کہ اے کاش! آج فلاں موجود ہوتا۔امیر المومنین علیہ السلام کی بستر شہادت تک یہ آرزوئیں اور حسرتیں جاری رہیں۔ان حسرتوں میں سے خطبہ نمبر ۳۴ میں امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی ایک آرزو اور حسرت بیان کی ہے۔اس مطلب کو توجہ سے سننا ہے اور اس سے ہمیں نتیجہ لینا ہے۔

مثلاً ابھی آپ کو یہ بتادیا جائے کہ آپ کے والد یا والدہ کی یہ حسرت ہے،یہ آرزو ہے اور وہ آرزو آپ پوری بھی کرسکتے ہیں۔ مثلاً آپ اس وقت ایران میں زیارت کیلئے آئے ہوئے ہیں۔ آپ کے والدین کی یہ آرزو ہے کہ آپ یہاں سے ان کے لئے کچھ تبرک لے جائیں اور اگر یہ آرزو سالہا سال سے

ان کے دل میں موجود ہو کہ اے کاش! کوئی وہ چیز لا کر مشہد سے یا قم سے دیتا اور بیٹا اب ان کی آرزو پوری بھی کر سکتا ہے، اس بیٹے کے لئے سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ آج اس کے والدین کی آرزو معلوم ہو جائے کہ وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں تاکہ میں وہ آرزو پوری کر دوں۔ ہمارے لئے سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ ہمارے امامؑ و مولا ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ ان کی آرزو کیا ہیں۔ امامؑ کی کچھ آرزوئیں ایسی تھیں جو آج ہم پوری کر سکتے ہیں، آج ہم اس مقام پر فائز ہیں کہ امامؑ کی وہ آرزوئیں پوری کر سکتے ہیں اور جس نے امیر المومنین علیہ السلام کی آرزو پوری کر دی تو سب سے پہلا اثر یہ ہو گا کہ امیر المومنین علیہ السلام اس کے لیے دُعا کریں گے کیونکہ ظاہر ہے جب ہم اپنے والدین کی آرزو پوری کرتے ہیں تو وہ ہمارے حق میں دُعا کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام اپنے لئے بہت کم دُعا کرتے تھے اور جس کے لئے امیر المومنین علیہ السلام دُعا کریں وہ کبھی رَد نہیں ہو گی۔ اُم ایمن یہ کہتی ہیں کہ جس شب حضرت سیّدہؑ کی شہادت ہوئی۔ اُس شب میری توقع یہ تھی کہ آج سیّدہؑ اپنے لئے دُعا کریں گی۔ کہتی ہیں میں دیکھتی رہی کہ ساری عمر میں شاید ایک بار جنابِ سیّدہ سلام اللہ علیھا کی زبان سے اپنے لئے دُعا سنوں لیکن کہتی ہیں کہ میں اس رات بھی مایوس رہی۔ دیکھا کہ دردمند جناب سیّدہ سلام اللہ علیھا اپنے شکستہ پہلو سے خدا کی بارگاہ میں اُمت کے لئے دُعا کر رہی ہیں۔ توجہ فرمائیں! امیر المومنین علیہ السلام کی آرزو کیا تھی؟ جو لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے پاس تھے، آپؑ کو ان کی آرزو نہیں تھی اور جن کی آرزو تھی وہ امیر المومنین



علیہ السلام کے پاس نہیں تھے۔

خوارج سے فارغ ہونے کے بعد اہلِ شام کے خلاف جنگ کے لئے امیر المومنین علیہ السلام اپنی فوج کو تیار کرنے کے لئے نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۳۴ میں یوں فرماتے ہیں۔امامؑ کا یہ خطبہ دشمنوں کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اپنی سپاہ کے بارے میں ہے اور اپنے ساتھیوں کو فرماتے ہیں۔

"أُفٍّ لَکُمْ"

" تف ہو تم پر، بُرا ہو تمہارا"

"لَقَدْ سَعِمتُ عِتَابکمْ"

" میں تمہاری سرزنش کر کر کے تھک گیا ہوں، تمہیں ڈانٹ ڈانٹ کر تھک گیا ہوں، تم نے مجھے تھکا دیا ہے"

"أَرَضیتم بِا الحیاۃِ الدُّنیا مِنَ الاخرۃِ عِوَضاً"

"کیا تم آخرت کے بجائے اس حیاتِ دنیوی پر راضی ہوگئے ہو، اسی پر تم نے اکتفا کر لیا ہے"

"وَبِالذُّلِّ مَنَ العِزِّ خَلَفاً"

" اور عزت کے بجائے تم ذلت پر راضی ہو گئے ہو"

"اِذَا دَعوْتُکُمْ اِلَیٰ جِھادِ عَدُوِّکُم دَارَتْ اَعْیُنُکُمْ"

"جب میں تمہیں دشمن کے خلاف پکارتا ہوں تو تمہاری آنکھیں خوف کی وجہ سے گھومنے لگتی ہیں"

"کَاَنَّکُم مِن الْمَوتِ فی غَمرَةٍ"

"جب میں تمہارے سامنے دشمن کا نام لیتا ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ موت کے خوف سے تم بے ہوش ہو گئے ہو"

"وَمنَ الذُھولِ فی سَکرَةٍ"

"اور تم موت کے ڈر سے مدہوش ہو"

"یرتجُ عَلَیکُمْ حَوَاری فَتَعْمَھُونَ"

"اور اسی طرح سے ہو جیسے حیران و سرگرداں اور جب میں کوئی بات پوچھتا ہوں تو حیران و سرگرداں نگاہوں سے میری طرف دیکھنا شروع کر دیتے ہو"

سرگرداں قوم کی خصوصیات

امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے سپاہ بیٹھی ہوئی تھی لیکن وہ سپاہ سرگرداں و کنفیوز تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ہوتے ہوئے بھی ان کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کریں!

"وَکَاَنَّ قُلُوبَکُم مَاْلُوسَةٌ"

"گویا تمہارے دل مر چکے ہیں"

"فَأَنْتُمْ لا تَعقِلُونَ"

"تم سوچنے کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتے ہو"

" مَا أَنْتُمْ لِي بِثِقَةٍ سَجِيسَ اللّيالی، وَمَا أَنْتُم بِرُكْنٍ يُمَالُ بِكُم"

"تم پر وہ اعتماد نہیں ہے کہ میں تمہارے ذریعے سے اور تمہارے سہارے پر کوئی قدم اُٹھا سکوں،اور تم وہ ستون نہیں ہو کہ میں تمہارا سہارا لے سکوں۔"

"وَلاَ زَوافِرُ عِزٍّ يُفتَقرُ اليكُمْ"

"اور نہ تم اتنے طاقتور ساتھی ہو کہ تمھاری طرف دستِ نیاز بڑھائی جاسکے۔"

" ما أنتُم ألاَّ كَابِلٍ ضَلّ رُعاتُها"

"تم ان اونٹوں کی مانند ہو جن کا چرواہا گم ہوگیا ہے اوراس کے اونٹ صحرا میں سرگردان گھوم رہے ہوتے ہیں۔جن کو خود اپنا راستہ بھی معلوم نہیں ہے اور چرواہا بھی موجود نہ ہو۔"

"فَكلَّمَا جُمِعَت مَنْ جَانِبٍ اَنْتَشَرَتْ مِنْ آخَرَ"

"میں جب تمہیں ایک طرف سے جمع کرتا ہوں تو تم دوسری طرف سے منتشر ہوجاتے ہو۔"

امت اور ریوڑ میں فرق

امامت کا رابطہ اُمت کے ساتھ ہے ریوڑ کے ساتھ نہیں۔اُمت کو امام چاہیے اور امام کو اُمت چاہیے۔ اُمت امام کے بغیر نجات نہیں پاسکتی اورامام اُمت کے بغیر امامت نہیں کرسکتا۔امام اس وقت تک دین نافذ نہیں کرسکتا جب تک اُمت حاضر نہ ہو، ہمراہ نہ ہو اور امام کے تابع نہ ہو۔اگر ریوڑ ہو اور اُمت نہ ہو تو اس ریوڑ سے کوئی کام آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔امیر المومنین علیہ السلام نے

ریوڑ کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو ایک طرف سے اکٹھا کیا جائے تو وہ دوسری طرف سے بکھر جاتا ہے لیکن اُمت ایسے نہیں ہے۔اُمت کو اگر ایک دفعہ اکٹھا کر دو تو پھر وہ کبھی بھی نہیں بکھرتی، یہ اُمت کی علامت ہے اور اگر بکھر جائے تو وہ اُمت نہیں بلکہ ریوڑ ہوتا ہے۔امیر المومنین علیہ السلام امت کی آرزو لئے ہوئے تھے لیکن امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے ریوڑ بیٹھا ہوا تھا۔

حضرتؑ کا اپنی ہی سپاہ سے شکوہ

ان کو خطاب کر کے امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں

"أَیّھَا اَلنَّاسُ"

وہ لوگ جو امیر المومنین علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ظاہر ہے ہم تو دور بیٹھ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ نزدیک سے دست بوسی کرتے تھے، چہرے کی زیارت بھی کرتے تھے اورامیر المومنین علیہ السلام کے پیچھے پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتے تھے۔امامؑ نے ان کو خطاب کر کے فرمایا کہ " تم ہو تو میرے پیچھے لیکن تم کیا ہو؟ "

"ایھا الناس المجتمعة ابدانکم المختلفة اھواؤکم"

" اے وہ لوگوں جن کے جسم تو ایک دوسرے کے قریب ہیں لیکن دل ایک دوسرے سے دور ہیں۔میں تمہارا کیا کروں؟ تمہیں لے کر کدھر جاؤں؟ تمہارے ذریعے سے دشمن کو شکست دوں یا تمہارے ذریعے سے عدالت

برپا کروں؟ تمہارے سہارے پر جنگ شروع کروں ؟ تمہارے ذریعے سے میں کیا کروں؟ میں اس ریوڑ کے ذریعے سے کیا کروں؟ ایک ریوڑ کو چراگاہ چاہیے جبکہ امام کو اُمت چاہیے پس جو سامنے ہے وہ اُمت نہیں ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کو جس کی آرزو ہے وہ اُمت ہے۔

"لَعَمرُ اللهِ سُعِرُ نَارِ الْحَربِ أَنتُمْ، تُكَادونَ وَلاَ تَكِيدُونَ"

" خدا کی قسم! جب جنگ کے شعلے بھڑکیں گے اور جب تمہارے اوپر سختی آجائے گی اس وقت تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے، بھاگ جاؤ گے تب تم ہرگز میرا ساتھ نہیں دوگے۔"

"وَتُنْتَقَصُ أَطرَافُكُمْ فَلاَ تَمتَعِضُونَ، لا يُنامَ عَنكُمْ وأنتُمْ فى غَفْلَةٍ سَاهُونَ"

" آج ایک ایک کرکے تمہارے شہروں پر قبضہ ہورہاہے، ایک ایک کرکے تمہارے علاقوں پر قبضہ ہورہاہے تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہے، تمہارا دشمن بیدار ہے جبکہ تم غافل ہو۔"

"لا يُنامَ عَنكُمْ"

" تمہارا دشمن سویا ہوا نہیں ہے اسے ہرگز نیند نہیں آتی"

"وأنتُمْ فى غَفْلَةٍ سَاهُون"

" اور تم غفلت کی نیند سو رہے ہو"

"غُلِبَ وَاللهِ الْمُتَخَاذِلُونَ"

" جو حق کو تنہا چھوڑ دیں وہ مغلوب ہو جاتے ہیں۔"

" ایۡمُ اللّٰهِ إِنِّي لَاَظُنُّ بِکُمۡ اَنۡ لَوۡ حَمِسَ الۡوَغَی وَ اسۡتَحَرَّ الۡمَوۡتُ قَدِ انۡفَرَجۡتُمۡ عَنِ ابۡنِ اَبِي طَالِبٍ انۡفِرَاجَ الرَّأۡس"

خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج امتحان کا وقت آگیا۔ ابھی تو تم میرے ساتھ چپکے ہوئے ہو، ابھی تو مجھے نہیں چھوڑتے، ابھی تو تمہاری کوشش ہوتی ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پیچھے جاکر پہلی صف میں سجدہ کریں لیکن امامؑ کہہ رہے ہیں کہ اگر آج امتحان و آزمائش کا وقت آگیا تو تم مجھے اس طرح چھوڑ کر چلے جاؤ گے جس طرح مقتول کا سر اس کا تن چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ مقتول کا سر جب تن سے جدا ہو جائے تو ہمیشہ چھوڑ کے چلا جاتا ہے، پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتا، اگر اس کو جوڑنا چاہے تو بھی نہیں جڑتا۔

" قَدِ انۡفَرَجۡتُمۡ عَنِ ابۡنِ اَبِي طَالِبٍ انۡفِرَاجَ الرَّأۡسِ وَ اللّٰهِ إِنَّ امۡرَأً یُمَکِّنُ عَدُوَّهُ مِنۡ نَفۡسِهِ یَعۡرُقُ لَحۡمَهُ وَیَهۡشِمُ عَظۡمَهُ"

خدا کی قسم! جو لوگ دشمن کو اپنے اوپر مسلط کرلیں، اتنا مسلط کرلیں کہ دشمن آکر ان کے کان کاٹنا شروع کردے اور ان کی ہڈیاں توڑنا شروع کردے، ایسے لوگ سب سے زیادہ ناتوان اور سب سے زیادہ مست ہوتے ہیں۔

"اَنۡتَ فَکُنۡ ذَاكَ إِنۡ شِئۡتَ"

پھر اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو ایسے ہی رہو۔

"فَاَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ دُونَ اَنۡ اُعۡطِيَ ذَلِكَ ضَرۡبٌ بِالۡمَشۡرَفِيَّةِ"

لیکن میں تو ایسے نہیں رہوں گا خدا کی قسم میں تنہا ہی دشمن کے سر

پر شمشیر سے ضرب لگاؤں گا۔

"تطِيرُ مِنهُ فَرَاشُالْهَامِ وَ تَطِيحُ السَّوَاعِدُ وَ الْاَقْدَامُ"

ایسی ضرب لگاؤں گا کہ اس کے قدم اکھڑ جائیں گے اور اُس کی کھوپڑی کی ہڈیاں ٹوٹ کر آسمان کی طرف بکھرنا شروع ہو جائیں گی۔

"وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ ما يَشاء"

اوراس کے بعد خدا نے جو ارادہ کیا، جو مشیتِ خدا ہو گی وہ ہو جائے گا۔

امام کے امت پر اور امت کے امام پر حقوق

"اَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ لِي عَلَيْكُمْ حَقّاً وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ"

اے لوگو! ایک میرا حق تمہارے اوپر ہے اور ایک تمہارا حق میرے اوپر ہے۔ میرا حق کیا ہے تمہارے اوپر؟

"فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ"

جو تمہارا حق میرے اوپر بنتا ہے، والی و حاکم کے طور پر وہ یہ ہے کہ

"فَالنَّصِيحَةُ لَكُمْ"

تمہیں نصیحت کروں

"وَ تَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ"

اور تمہارے لئے اموال مہیا کروں، تمہارے لئے آسائش مہیا کروں

"وَ تَعْلِيمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوا"

تمہاری تعلیم کا انتظام کروں تا کہ تم جاہل نہ رہ جاؤ

"وَ تَأْدِيبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوا"

اور تمہیں ادب سکھاؤں ، تمہاری تربیت کروں تا کہ تم بے تربیت نہ رہ جاؤ

"وَ اَمَّا حَقِّي عَلَيْكُمْ"

اور میرا حق تم پر کیا ہے ؟

"فَالْوَفَاءِ بِالْبَيْعَةِ"

میری بیعت کی وفا کرو

"وَ النَّصِيحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَ الْمَغِيبِ"

مجھے مشورے دو، میرا ساتھ دو

"وَ الْإِجَابَةُ حِينَ اَدْعُوكُمْ"

اور جب میں پکاروں تو میری دعوت پر لبیک کہو

"وَ الطَّاعَةُ حِينَ آمُرُكُمْ"

اور جب میں تمہیں حکم دوں تو میری اطاعت کرو، تمہاری گردن پر میرا یہ حق ہے۔

ایک تربیت یافتہ جنگجو لشکر جو امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ ہے امامؑ ان کی حالت کو اس خطبہ میں بیان فرمارہے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے یہی مطلب خطبہ نمبر ۱۸۲ میں یعنی اسی آرزو کا دوسرا حصہ بیان فرمایا ہے۔ اب یہ خطبہ مفصل ہے لیکن یہاں پر آخری پیراگراف بیان کرنا مقصود ہے۔

"اَیُّھَا النَّاس"

اے لوگو!

"ثُمّ قَال علیہ السلام اَیُّھَا النَّاس أَنّی قَدْ بَثَثْتُ لَکُمُ اَلمَوَاعِظَ الَّتِی وَعَظَ الْانبیاءُ بِھا أُمَمَتھُمْ"

وہ تمام نصیحتیں جو انبیاء علیہم السلام نے اپنی اُمتوں کو کی ہیں وہ سب میں نے تمہارے لئے بیان کر دی ہیں۔

"وَأَدِّیتُ اِلیکُمْ مَا أَدَّتِ الأَوْصِیاءُ اِلَی مَنْ بَعْدُھُمْ"

اور انبیاء علیہم السلام کے وصیّوں و جانشینوں نے جو کچھ اپنی اُمتوں کے لئے بیان کیا ہے وہ سب میں نے تمہارے لئے بیان کر دیا ہے۔

"وَأَدَّبْتکُمْ بِسَوْطی فَلَم تَسْتَقِیموا"

میں نے اپنے تازیانے کے ذریعے تمہیں ادب سکھانے کی کوشش کی ہے، لیکن تم سیدھے نہیں ہوئے،

"وَحَدَوتُکُمْ بِالزَّوَاجِرِ فَلَمْ تَسْتَوْسِقُوا"

اور میں نے سختیوں اور آزمائشوں کے ذریعے تمہاری تربیت کی لیکن اُس کے باوجود بھی تم اکٹھے نہیں ہوئے،

مشکل کشاءؑ کی مشکلیں

"أَتَتَوَقَّعُونَ اِمَاماً غَيْرِي يَطَأُ بِكُمُ الطَّرِيقَ، وَيُرْشِدُكُمُ السَّبِيلَ"

تم کس کے منتظر ہو؟ آیا میرے بعد میرے علاوہ کوئی اور امام آئے گا جو تمہیں ہدایت کرے گا اور تمہیں راہِ راست پر لے جائے گا اور تمہیں نجات عطا کرے گا؟

"أَلاَ إِنَّهُ قَدْ أَدْبَرَ مِنَ الدُّنْيَا مَا كَانَ مُقْبِلاً، وَأَقْبَلَ مِنْهَا مَا كَانَ مُدبِراً"

پھر اُس کے بعد بتایا کہ جو کچھ ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہو رہا اور جو نہیں ہونا چاہیے تھا وہ ہو رہا ہے۔

"وَأَزْمَعَ التَّرْحَالَ عِبَادُاللهِ الْأَخْيَارُ"

اور خدا کے خالص بندے اُٹھتے جا رہے ہیں

"وَبَاعُو قَلِيلاً مِنَ الدُّنْيَا لاَ يَبْقَىٰ، بِكَثِيرٍ مِنَ الْآخِرَةِ لاَ يَفْنَىٰ"

اب وہ تاجر رہ گئے ہیں کہ جو فانی چیز خرید رہے ہیں اور باقی چیز بیچ رہے ہیں، جو رہنے والی چیز کو فروخت کر رہے ہیں اور فنا ہونے والی چیز کو خرید رہے ہیں،

"مَا ضَرَّ إِخْوَانَنَا الَّذِينَ سُفِكَتْ دِمَاؤُهُمْ"

وہ ہمارے ساتھی جو شہید ہو گئے ہیں ان کا کیا نقصان ہوا، وہ نقصان یا گھاٹے میں نہیں رہے۔

"مَا ضَرَّ إِخْوَانَنَا الَّذِينَ سُفِكَتْ دِمَاؤُهُمْ وَهُمْ بِصِفِّينَ، أَلاَّ يَكُونُوا الْيَوْمَ أَحْيَاءً"

اُنہیں ہرگز اس بات پر حسرت نہیں ہے کہ آج وہ زندہ نہیں ہیں۔

"يُسِيغُونَ الْغُصَصَ وَيشرَبُونَ الرَّنْقَ"

آج اگر وہ ہوتے تو یقینا بہت پشیمان ہوتے، آج یہ غم و غصہ اور یہ سارے مصائب اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

"وَاَللّٰهِ لَقُوا اَللّٰهِ فَوَفَّاهُمْ أُجُورَهُمْ، وَأَحَلَّهُمْ دَارَ الْأَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ"

وہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اور انھیں ان کا مکمل اجر مل گیا ہے اللہ نے انھیں خوف کے بعد امن کی منزل میں وارد کر دیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام اور تنہائی

امیر المومنین علیہ السلام کی آرزو کیا ہے؟ وہ آرزو جو آخر تک پوری نہیں ہوئی اور وہ آرزو جو سیّد الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا نے جیسے ساتھی مجھے عطا کئے ایسے میرے بابا اور نانا کو بھی نہیں ملے، سیّد الشہداء علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ میرے بابا کی آرزو پوری نہیں ہوئی۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"أَيْنَ إِخْوَانِي"

میرے بھائی کہاں ہیں؟

"الَّذِينَ رَكِبُوا الطَّرِيقَ"

وہ جو ایک بار راہ پہ نکل آئیں پھر واپس نہیں لوٹتے۔

"وَمَضَوْا عَلَى الْحَقِّ"

اور وہ میرے بھائی کہاں ہیں جو حق کے راستے پہ چلے اور پھر واپس نہیں آئے،

"أَيْنَ عَمَّار"

عمار کہاں ہیں ؟

ایک رہبر کے لئے بہت تلخی ہے کہ اس کے پاس ہزاروں کی فوج ہو لیکن اس کے باوجود رہبر ایک عمارِ یاسرؓ کی آرزو کررہاہے، عمارِ یاسرؓ جب صفین میں شہید ہوئے تو نوے سال کی عمر تھی اور ابھی جو امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے بیٹھے تھے وہ جنگجو جوان تھے۔ان جوانوں میں بیٹھ کر کیا آرزو کررہے ہیں ؟

"أَيْنَ عَمَّار"

آج عمارِ یاسر کہاں ہیں ؟

"أَيْنَ إِخْوَانِي"

میرے بھائی کہاں ہیں ؟

"أَيْنَ عَمَّارٌ؟ وَأَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ"

عمار یاسر اورابن التّیّھان کہاں ہیں ؟

"وَ أَيْنَ ذُو الشَّهَادَتَيْنِ؟"

ذوالشہادتین کہاں ہیں؟

"أَيْن شهدائے صفين"

شہدائے جنگ صفین کہاں ہیں؟

"وَ أَيْنَ نُظَرَاؤُهُمْ مِنْ إِخْوَانِهِمْ"

اور اُن کے باقی بھائی اور ساتھی کہاں ہیں؟

"وَ أَيْنَ نُظَرَاؤُهُمْ مِنْ إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ تَعَاقَدُوا عَلَى الْمَنِيَّةِ، وَ أُبْرِدَ بِرُؤُوسِهِمْ إِلَى الْفَجَرَةِ"

میرے وہ دوست، میرے وہ ساتھی، میرے وہ جانثار کہاں ہیں؟ جن کے سروں کو کاٹ کر فساق اور فجار کے لئے تحفے کے طور پر بھیجا گیا۔

امامؑ کی جستجو

قال: "ثمّ ضرب بيده على لحيته الشريفة الكريمة،"

پھر امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی ریش پر ہاتھ پھیرا۔ البتہ "ضرباً" پھیرنے کو نہیں بلکہ مارنے کو کہتے ہیں، پھر اپنی گال پر ہاتھ مارا۔

"فأطال البكاء"

پھر دیر تک امامؑ روتے رہے۔

کیا چیز امیر المومنین علیہ السلام کو رلا رہی ہے، جو امامؑ چاہتے تھے لوگ وہ نہیں

تھے اور جو تھے وہ چاہتے نہیں تھے!

پس معلوم ہوا کہ امیر المومنین علیہ السلام کچھ لوگوں کی جستجو میں ہیں، کچھ لوگوں کی تلاش میں ہیں۔

کبھی کنویں میں ، کبھی نخلستان میں ، کبھی تاریک راتوں میں ، کبھی خلوتوں میں امیرالمومنین علیہ السلام کے دل سے یہ آہیں نکلی ہیں۔

"أَوِّهِ عَلَى"

حسرت ،وا! حسرتاں

"الَّذِينَ تَلَوُا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوهُ"

وہ جو قرآن کی تلاوت بڑے محکم انداز سے کرتے تھے۔

"وَتَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَأَقَامُوهُ،"

وہ جو اپنے فریضوں پر تدبر کرتے تھے اور اُن کو محکم برپا کرتے تھے،

"أَحْيَوُا السُّنَّةَ"

وہ میرے بھائی جو سنت کو زندہ کرتے تھے ،

"وَأَمَاتُوا الْبِدْعَة"

اور جو بدعتوں کو ختم کرنے والے تھے ،

"دُعُوا لِلْجِهَادِ فَأَجَابُوا"

جب میں اُنہیں جہاد کے لئے پکارتا تھا ،دوڑے ہوئے آتے تھے،

"وَ وَثِقُوا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوه"

اور جو اپنے رہبر پر اعتماد کرتے تھے اور اس کی پیروی کرتے تھے ،

"ثم نادی بأعلی صوته:"

راوی کہتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے چیخ کر فریاد کی

"الْجِهَادَ الْجِهَادَ عِبَادَ اللهِ"

اے بندگانِ خدا!وقتِ مبارزہ ہے ،وقتِ جہاد ہے،

اسطرح خطبہ نمبر ۱۲۱میں وہی شکوہ کیا ہے

"هَذَا جَزَاء مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ"

جو پیمان توڑ دیئے ہیں یہ اُن کی جزا ہے،

"أَمَا وَاللهِ لَوْ أَنِّي حِينَ أَمَرْتُكُمْ بِهِ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوهِ الَّذِي يَجْعَلُ اللهُ فِيهِ خَيْراً"

پھر اُس کے بعد فرمایا:

"أُرِيدُ أَنْ أُدَاوِيَ بِكُمْ وَأَنْتُمْ دَائِي"

میں چاہتا ہوں اُمت کے دردوں کا علاج تمہارے ذریعے سے کروں جبکہ تم خود میرا درد بن گئے ہو۔

كَنَاقِشِ الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ"

آج میری حالت وہ ہے جس کے پاؤں میں کانٹا چلا گیا ہو اوروہ کانٹے کے ذریعے کانٹا نکال رہا ہوکیونکہ تم خود بھی میرے لئے کانٹا ہو۔

"وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا اللَّهُمَّ قَدْ مَلَّتْ أَطِبَّاء هَذَا الدَّاءِ الدَّوِيِّ، وَكَلَّتِ النَّزْعَةُ"

پروردگارا! سارے طبیب اس درد کے درمان سے عاجز آگئے ہیں۔

"أَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِينَ دُعُوا إِلَى الإِسْلاَمِ فَقَبِلُوهُ"

کہاں ہے وہ قوم جس کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے فوراً قبول کرلی۔

"وَقَرَؤُوا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوهُ"

کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو پڑھا اور مضبوطی سے لے لیا،

"وَهِيجُوا إِلى الْجِهَادِ فَوَلِهُوا وَلَهَ اللِّقَاحِ إِلَى أَوْلاَدِهَا"

اور کہاں ہیں وہ لوگ کہ جن کو جب شہادت کی طرف بلایا گیا تو اس طرح دوڑکر آئے جس طرح دودھ دینے والی اونٹنیاں بچوں سے دور ہوگئیں ہوں اور پھر ناگہاں دوڑ کر اپنے بچوں کی طرف آتی ہیں۔

"وَسَلَبُوا السُّيُوفَ أَغْمَادَهَا،"

کہاں ہیں وہ جنہوں نے اپنی تلواروں کو نیام سے نکال لیا۔

"وَأَخَذُوا بِأَطْرَافِ الأَرْضِ زَحْفاً زَحْفاً، وَصَفًّا صَفًّا"

جو اپنی ننگی شمشیریں لے کر زمین کے کونے کونے میں پھیل جاتے تھے اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔

"بَعْضٌ هَلَكَ"

بعض تو شہید ہو گئے ،

"وَبَعْضٌ نَجا"

اور بعض سالم بچ گئے ،

"لاَ يُبَشَّرُونَ بِالأُحيَاءِ"

زندہ بچ جانے پر کبھی بھی اُنہوں نے شکرادانہیں کیا،خوشخبری نہیں سمجھی۔

"وَلاَ يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتى"

اور شہداء پر کسی سے تعزیت قبول نہیں کرتے تھے ،کہتے تھے تم شہید ہونے پر ہمیں تعزیت کیوں کرتے ہو؟

کہاں ہیں وہ لوگ جو زندہ بچ جانے کو احساسِ شرمندگی اور شہادتوں کو خوش خبری سمجھتے تھے۔ یہ علی علیہ السلام کی حسرتیں اور آرزوئیں تھیں۔

امیر المومنینؑ کی حسرتیں!

۱:حسرتِ قیام نظامِ الٰہی:

امیر المومنین علیہ السلام کی حسرتیں فراواں ہیں ، مسندات و نہج البلاغہ کے خطبات اور عبارتیں چھوڑ کے فقط عناوین عرض کیے جارہے ہیں تاکہ اس گفتگو کا نتیجہ بھی معلوم ہو سکے، امیر المومنین علیہ السلام کے کلامِ نہج البلاغہ میں ایک حسرت متعدد مواقع پر موجود ہے جس کا امیر المومنین علیہ السلام نے برملا

اعلان فرمایاہے وہ حسرت پوری دنیامیں ، اس زمین کے اوپر ''قیامِ نظامِ الٰہی'' ہے کہ اے کاش! پوری دنیا میں حکومت الٰہی اور حکومت اللہ برپاہو اور غیر الٰہی نظام، شرک و کفر و نظامِ طاغوت سرنگوں و نابود ہواور ان کی جگہ پر نظام الٰہی قائم ہو، یہ امیر المومنین علیہ السلام کی حسرت ہے کہ پرچمِ توحید کلمۃ اللہ ، ہر سرزمین پر سربلند ہو! ہر افق پر، ہر شہر میں، ہر ملک میں، شرق و غرب میں اللہ کا نظام قائم ہو ، خلق خدا کے لئے عدل الٰہی کا قیام مخلوقِ خدا کے لیے عدالت و عدل الٰہی کا قیام ، یہ حسرتِ امیر المومنین علیہ السلام ہے، امیر المومنین علیہ السلام حکومت، اقتدار کے لیے طلب نہیں کرتے بلکہ قیامِ عدالت کے لیے طلب کرتے ہیں اور خداوند تبارک و تعالیٰ سے بھی یہی توفیق طلب کرتے ہیں اور امت کو اس بات پر مائل کر رہے ہیں کہ آپ عدلِ الٰہی کا نظام قائم کریں اور نظام عدالت الٰہی کے قیام کے لیے میرا ساتھ دیں۔

۲: حسرتِ انصار:

امیر المومنین علیہ السلام کی ایک حسرت، حسرتِ انصار ہے، امیر المومنین علیہ السلام کے پاس انصار کی قلت و کمی تھی، امیر المومنین علیہ السلام کے پاس ناصران کم تھے اور امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں متعدد مقامات پر حسرت ظاہر کی ہے کہ اے کاش! مجھے ناصر مل جاتے ،مجھے انصار مل جاتے جو میرے ہمراہ قیام کرتے و الٰہی نظام اور عدالتی نظام کی برپائی کے لیے میرے ہم رکاب ہوتے ، میرے تابعِ فرمان ہوتے، میرے فرمانبردار ہوتے اور یہ قلت ایک رہبر، امام و پیشوا کے لیے بہت بڑی حسرت و آرزو بن جاتی ہے،

یعنی امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں ناصر کم تھے اور ناسور زیادہ تھے، ناصر مددگار کو کہتے ہیں اور ناسور وہ تکلیف دہ پھوڑا و زخم جو انسان کے بدن پر لگ جاتا ہے اور تکلیف دیتا رہتا ہے لیکن صحیح نہیں ہوتا، اس پر مرہم اثر انداز نہیں ہوتا اور سالہا سال اس سے خون و پیپ نکلتا رہتا ہے۔

ناصر و ناسور در زمان امام علی علیہ السلام:

ایک رہبر کے لیے ناسور وہ افراد و وہ طبقات ہیں، جو اپنے آپ کو اس رہبر سے منسوب تو کرتے ہوں لیکن اس کی تکلیف کا باعث ہوں، اس کے مددگار نہ ہوں، اس کے دست بازو نہ ہوں، اس کے حامی نہ ہوں بلکہ اپنے کردار اپنے اعمال اور اپنے رویوں سے اپنے پیشوا کو تکلیف پہنچاتے ہوں، امیر المومنین علیہ السلام کے عہد میں ناصر بہت کم تھے لیکن ناسور زیادہ تھے، وہ تکلیف دہ طبقات جو امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ منسوب تھے لیکن امیر المومنین علیہ السلام ان سے راضی نہیں تھے آپؑ ناسور سے لاتعلقی و بیزاری کا اظہار کرتے تھے اور ناسوروں کے بارے میں فرماتے تھے کہ اے کاش! میں نے تمہیں دیکھا ہی نہ ہوتا تم نے میرا دل پیپ سے بھر دیا ہے، ناسوروں کے بارے میں خدا کی بارگاہ میں یہ فرماتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ان سے لے لے اور انہیں مجھ سے لے لے، انہوں نے مجھے تھکا دیا ہے اور میں نے انہیں تھکا دیا ہے۔

یہ امیر المومنینؑ کی فریادیں اور حسرتیں تھیں کہ اے کاش! وہ میرے

دینی بھائی جن کے اندر شوقِ شہادت تھا، جذبۂ ایمان سے سرشار تھے، اے کاش! وہ مجھے واپس مل جاتے! امیر المومنین علیہ السلام لاکھوں کی فوج و سپاہ کے سامنے بیٹھ کر ان حسرتوں کا اظہار فرماتے تھے۔

این این عمار!

۳:حسرت حاملین علم علی علیہ السلام:

امیر المومنین علیہ السلام کے دل میں ایک بڑی حسرت یہ تھی کہ مجھے ایسے شاگردان مل جائیں جو میرا علم اور میری حکمت کو اٹھاسکیں، حاملینِ علم بن سکیں جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سینے پر ہاتھ مار کر اپنی حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کمیل کو فرمایا!

یا کمیل ان ھھُنا لعلماً جمعاً لو أصبت له حملة!

(نھج البلاغہ،۱۴۷)

علیؑ کے سینے میں فراوان ،وافر، بیکران، بے کنارہ، بے ساحل علم کا گہرا و عمیق سمندر و بحر موجود ہے،اے کاش! کوئی علیؑ سے علم لینے والا ہوتا! علیؑ سے حکمت اور معرفت لینے والا کوئی مل جائے! یہ امیر المومنین علیہ السلام کی حسرت تھی جو حضرتؑ نے بیان فرمائی ہے۔

٤:حسرتِ پیروکار ومطیع:

امیر المومنین علیہ السلام کو ایک حسرت یہ تھی کہ اے کاش! مجھے اطاعت کرنے والے مل جائیں، ایسے پیروکار جو میری اطاعت کریں، جو میرا

فرمان مانیں چونکہ میں ان کا امیر ہوں لہٰذا امیر اامر مانیں! میرے امر کو بجا لائیں لیکن امیر المومنین علیہ السلام کو وہ میسر آئے جن پر امیر المومنین علیہ السلام فرمان چلاتے تھے لیکن وہ فرمانبری نہیں کرتے تھے لہٰذا امیر المومنین علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا کہ اس امارت کا کیا فائدہ، اس امیر کا کیا حال ہو گا جس کی سپاہ تو ہو لیکن وہ اس کے فرمان کو بجانہ لائے، جس کی سپاہ اس کی اطاعت نہ کرے اور متعدد مواقع پر امیر المومنین علیہ السلام نے ان پیروکاروں کو یہ متوجہ کیا کہ آپ دشمن کو دیکھو! رقیب و حریف کو دیکھو جو باطل پر ہے لیکن اس کے پیروکار اس کے اطاعت گزار و مطیع ہیں اور یہی اطاعت انہیں کامیابی بھی دلادے گی جبکہ تم حق پر ہو، تمہارا امام حق پر ہے لیکن تمہارے اندر اطاعت نہیں ہے، اس لیے تمہارا مقدر شکست ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشن گوئی درست بھی ثابت ہوئی۔ امیر المومنین علیہ السلام کے دل میں حسرت اطاعت تھی، علی علیہ السلام یہ حسرت لے کر اس دنیا سے چلے گئے۔

غمِ زہراؑ:

جس طرح حضرت زہراء سلام اللہ علیھا حسرتوں سے بھرا دل اور زخمی جگر و زخمی بدن لے کر اس دنیا سے گئیں اور اظہار بھی کر کے گئیں، اپنی نشانیاں بھی چھوڑ کر گئیں کہ میں بہت سارے غم و رنج اپنے دل میں اٹھائے دنیا سے جارہی ہوں اور یہ بتلانے کے لیے کہ میں کن سے ناراض و ناراحت ہوں بی بی نشاندہی فرما کر اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیھا کی حسرتیں آج تک بر آوردہ نہیں ہوئیں، پوری نہیں ہوئیں، اس ہستی کی حسرتیں جو علی علیہ

السلام کی تنہائی کے عالم میں تن و تنہا، مدینے میں حمایت و نصرت کے لیے نکلیں اور تنہا ہی رہیں بلکہ تنہا تر ہو گئیں اور اسی طرح دنیا سے بھی تنہا چلی گئیں، یہ تنہائی اپنی نشانی بنا کے چھوڑ گئیں کہ دلِ سیدہ علیہ السلام میں وہ حسرت ابھی تک موجود ہے جو امت کو تکمیل کرنی ہے۔

۵۔حسرتِ عزت و عظمتِ اسلام:

عزت و عظمتِ اسلام، امیر المومنین علیہ السلام کی حسرت تھی، جس کے سامنے ہر پرچم کفر و باطل سرنگوں ہو جائے، علی علیہ السلام وہ ہستی ہیں کہ ہر کفر و باطل کا پرچم اگر لہراتا ہو تو علیؑ اس کو اسلام و حق کی توہین سمجھتے ہیں۔ جب تک کسی محل پر، کسی گھر کے اوپر باطل کا پرچم لہرا رہا ہے، دیندار کو معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی توہین ہو رہی ہے، یہ حق کی توہین ہو رہی ہے، یہ کلمۃ اللہ کی توہین ہو رہی ہے چونکہ بلندی و سربلندی و سرفرازی فقط پرچمِ خدا کے لیے مقدر و مقرر کر دی گئی ہے۔

کلمۃ اللہ ھی العلیاء

کلمۂ خدا، پرچمِ خدا، نامِ خدا، نظامِ خدا فقط سربلند ہونا چاہیے۔ جب تک دنیا کے اندر نامِ خدا سے بالاتر کوئی نام لیا جاتا رہے گا، امیر المومنین علیہ السلام کی یہ حسرت ادھوری رہے گی۔

٦: حسرتِ آگاہی و بصیرت:

امیر المومنین علیہ السلام نے مسلمین و مومنین اور اپنے پیروکاروں اور اپنی سپاہ کو متوجہ کیا کہ میری حسرت ہے کہ میرے پیروکاروں کے اندر بصیرت

و آگاہی آجائے اوروہ سادگی، سادہ لوحی اور دھوکہ خوری اور فریب خوری سے باہر آجائیں، جس کی بناپر تاریخ کا ناقابل تلافی نقصان ہوا، اگر آگاہی نہ ہو، بصیرت نہ ہو، بیداری نہ ہو، شعور نہ ہو تو علی علیہ السلام کی سپاہ، خود علی علیہ السلام کے خلاف قیام کرتی ہے، امیر المومنین علیہ السلام کی فوج میں بارہ ہزار بے شعور، احمق، نادان اور بے بصیرت و سادہ لوح موجود تھے، جو اعمال کے تو پابند تھے جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے گٹے بنے ہوئے، بھوک و فاقوں سے جن کے پیٹ اندر دھنسے ہوئے تھے، جن کے گال ان کی ہڈیوں سے چپکے ہوئے تھے، جن کے رنگ روزے رکھ کر زرد پڑے ہوئے تھے لیکن بے بصیرت و بے شعور تھے۔

بے بصیرتی کا نقصان:

جب قرآن نیزوں پر اٹھایا گیا تو فوراً دھوکے میں آگئے، جب انہیں فریب دینے کی کوشش کی گئی تو وہ آسانی سے فریب کھاگئے اورامیر المومنین علیہ السلام کے سامنے آکر تلواریں نکال کر کہنے لگے، اب قرآن کے خلاف جنگ ہورہی ہے، قرآن نیزوں پر آگیا ہے ہم قرآن کا مقابلہ نہیں کریں گے! حاکم، قرآن ہونا چاہیے، امیر المومنین علیہ السلام نے وہاں حسرت ظاہر کی کہ اے کاش! تمہارے اندر شعور ہوتا، تمہارے اندر بصیرت و آگاہی ہوتی تو تم میری بات کو سمجھنے کے لائق ہوتے، امیر المومنین علیہ السلام کو حسرت تھی کہ اے کاش! ایسے لوگ مل جاتے جو علی علیہ السلام کے کلام کا معنیٰ سمجھتے اور علی علیہ السلام کی خاموشی کا معنیٰ بھی سمجھ جاتے، امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں

کہ میں اگر بولتاہوں تو تہمت لگاتے ہیں کہ اقتدار کالالچی ہے، اگر خاموش رہتاہوں تو بہتان باندھتے ہیں کہ علیؑ موت سے ڈرتا ہے، یہ نہ میری خاموشی کو سمجھتے ہیں نہ میری گفتگو کو سمجھتے ہیں چونکہ ان کے اندر آگاہی نہیں ہے۔

۷:حسرتِ امتِ حاضر در میدان:

امیر المومنین علیہ السلام کو میدان کے اندر حضور اُمّت کی حسرت تھی، وہ میدان جہاں امت کو حاضر ہونا چاہیے! امیر المومنین علیہ السلام یہ منظر تکراراً دیکھنے کے خواہاں ہیں اور ہر عوام کا پیشوا، امت کا خواہاں ہے اور حسرتِ امت دلِ امام میں ہے۔

قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ اللہ تمہارا رب ہے، اللہ تمہارا مالک ہے، اللہ تمہارا خالق ہے تمہیں خدا نے سب کچھ دیا اب اس اللہ نے تمہیں بندگی اور عبادت کا حکم دیا، اگر عبادت کرو، بندگی کرو تو وہ بھی تمہارے کام آئیگی لہٰذا تمہاری بندگی نہ اللہ کی ربوبیت کے لیے ہے، نہ اللہ کی خالقیت کے لیے ہے، نہ اللہ کی مالکیت کے لیے ہے چونکہ تم عبادت کرو تو وہ پھر بھی رب ہے، عبادت نہ کرو پھر بھی رب ہے، تم بندگی کرو تب بھی وہ مالک ہے، بندگی نہ کرو تب بھی وہ مالک ہے، تم عبادت کرو تب بھی وہ تمہارا خالق ہے، اگر عبادت نہ کرو تو پھر بھی وہ تمہارا خالق ہے، پس اس کی ربوبیت مشروط نہیں ہے، اس کی خالقیت و مالکیت مشروط نہیں ہے، بندگی کرو تو بھی تمہارا رب ہے نہ کرو تو بھی تمہارا رب ہے۔

پس جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رسولؐ مانا تو بھی وہ رسولؐ تھے،

جنہوں نے نہیں مانا تو بھی رسالتِ رسولؐ پر کوئی اثر نہیں پڑا، رسالت مشروط نہیں کہ اگر لوگوں نے مانا تو آپؐ رسول ہیں اور اگر لوگوں نے نہ مانا تو آپؐ رسول نہیں ہیں ، ساری دنیامان لے تو بھی یہ خاتم الرسلؐ ہیں، اگر (نعوذ باللہ) کوئی بھی نہ مانے تو یہ بھی خاتم الرسولؐ ہیں لہٰذا امام تو امام ہیں نعرے لگاؤ تو بھی وہ امام ہیں،نام لو تو بھی وہ امام ہیں نہ لو تو بھی وہ امام ہیں، فضائل پڑھو تو بھی وہ امام ہیں، نہ پڑھو تو بھی وہ امام ہیں اور وہ ہم سے کیا چاہتے ومانگتے ہیں کہ ہم امت بنیں اور وہ بھی میدان میں ہو ، جہاں امام ہیں وہاں امت ہو! امام اپنے مزار پر زائر نہیں طلب کررہابلکہ اپنی زندگی میں اپنے پرچم کے نیچے پیروکار طلب کر رہاہے، اگر کروڑوں زائر علی علیہ السلام کے مزار پر چلے جائیں لیکن علی کے پرچم کے نیچے کوئی نہ ہو! حسین علیہ السلام کے مزار پر کروڑوں زائرین چلے جائیں لیکن حسین علیہ السلام کے پرچم کے نیچے فقط بہتر ۷۲ تن آجائیں، جب یزید فوج بلاتا ہے تو اٹھارہ ہزار آجاتی ہے، حسین علیہ السلام فوج بلاتے ہیں تو ۷۲ آدمی آتے ہیں،۔

۸:حسرتِ اخوان فی اللہ:

امیر المومنین علیہ السلام کی ایک حسرت جو نہج البلاغہ میں بھی حضرتؑ نے بیان کی وہ حسرت اخوان فی اللہ ہے، یہ علی علیہ السلام کی اصطلاحات ہیں، اے کاش! مجھے بھائی مل جائیں جو فقط خدا کے لیے میرے بھائی ہوں۔

کان لی فیما مضی اَخ فی اللہ (نہج البلاغہ،خطبہ،۲۸۹)

لاکھوں کے مجمع میں بیٹھ کر ان سامعین کو سنارہے ہیں کہ ، سنو! گزشتہ

زمانوں میں، ماضی میں گزرے ہوئے دنوں میں، میرا ایک بھائی ہوا کرتا تھا۔

کان لی فیما مضی اَخ فی اللہ

ماضی کے ایام میں میرا ایک بھائی تھا جسے میں کھو بیٹھاہوں، جو میرے ہاتھ سے چلا گیاہے، اس کی آج مجھے حسرت ہے اور اس جیسا بھائی ڈھونڈھ رہا ہوں، اس جیسا فی اللہ انسان ڈھونڈ رہاہوں، اس جیسا بازو ڈھونڈ رہاہوں، اس جیساساتھی تلاش کر رہاہوں۔

الٰہی بھائی

الٰہی بھائی اس کو کہتے ہیں جسے خدا کی خاطر بھائی بنا لیا جائے۔ جس زمانے میں یہ خطبہ علیؑ نے بیان فرمایاہے وہ بھائی زندہ نہیں تھا اور اس وقت کے لوگوں کو دیکھ کر امیر المومنینؑ کو یہ بھائی بار بار یاد آتا تھا۔

امیر المومنینؑ کو بہت سارے ساتھی یاد آتے تھے،ان میں سے ایک یہ ساتھی بھی ہے، روایات کے مطابق اس بھائی سے شاید دو شخصیات کی طرف اشارہ ہے، ایک عثمان ابن حنیف جو والیٔ بصرہ بنائے گئے تھے اور جن کو دشمنوں نے بہت ستایا تھا، خصوصاً اصحابِ جمل نے ان کو بہت شکنجے دیئے اور دوسرے جناب ابوذرؓ غفاری، جن کے بارے میں زیادہ قوی احتمال ہے کہ جس بھائی کا ذکر حکمت نمبر ۲۸۹ میں ہے وہ جناب ابوذرؓ غفاری کے بارے میں ہیں۔

امیر المومنینؑ کے بھائی کی خصوصیات:

حضرتؑ فرما رہے ہیں کہ

کان لی فیما مضی اخ فی اللہ

گزشتہ زمانوں میں میرا ایک الٰہی بھائی تھا۔

وکان یعظمُہ فی عینی صغر الدنیا فی عینہ

امامؑ فرماتے ہیں کہ وہ میری نگاہوں میں بہت عظیم تھا یعنی میں علیؑ اس کی تعظیم کرتا تھا، میری نگاہوں میں وہ عظمت رکھتا تھا، کیوں عظیم تھا؟ اس لیے کہ

۱) دنیا کی حقارت:

صغر الدنیا فی عینہ

اس کی نگاہوں میں دنیا بہت حقیر تھی، اُس کی اِس نگاہ نے، اسے میری نگاہ میں بہت عظیم بنا دیا۔ آپ اگر چاہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ آپ کو عظیم سمجھیں تو یہ فارمولا ہے جو امیر المومنینؑ بیان فرما رہے ہیں یعنی اگر آنے والے زمانوں میں تم میرے بھائی بننا چاہتے ہو، اس کا فارمولا یہ ہے کہ دنیا کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھو، دنیا سے مراد زندگی نہیں ہے، دنیا سے مراد معیشت، سماجیت و اجتماعیت نہیں ہے بلکہ یہ تو حیات ہے اور ہمیں زندگی کی تحقیر کرنے سے منع کیا گیا ہے دنیا سے مراد لہو، سرگرمی یعنی یہ جو ہمارے مشغلے ہیں، ہماری جو ذہنیت ہے یہ سب کچھ ترک کر دیں، یہ انانیت، یہ کثرت طلبی ہے اس کو ترک کر دیں۔ دنیا کے بارے میں کہ قرآن فرما رہا ہے۔

اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَھۡوٌ (الحدید،۲۰)

حیات دنیاوی یعنی لہو و لعب۔ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھو جو اِس کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ علیؑ کی نگاہ میں چھوٹا ہو جاتا ہے۔ ہم اگر شہرت کے متمنی ہیں، ہمیں اگر ریاست و مقام چاہیے، پوسٹ و منصب چاہیے اور اگر انانیت چاہیے تو پھر یقین ہونا چاہیے کہ ہم علیؑ کی نگاہوں میں حقیر ہیں۔ علیؑ اُس وقت کسی کو عظیم سمجھتے ہیں جب دنیا اس کی نگاہوں میں حقیر ہو جاتی ہے۔ ہمیں علیؑ کے معیاروں کے مطابق عظیم بننا چاہیے، علیؑ کے معیاروں کے مطابق عظیم بننے کے لیے ہماری نظروں میں دنیا کے لئے حقارت ہونی چاہیے جو ہمیں علیؑ کی نگاہوں میں عظیم بنائے گی۔

۲) شکم کی اسارت سے آزادی:

وکان خارجا من سلطان بطنه

یہ میرا دینی بھائی میری نگاہوں میں کیوں عظیم تھا؟ فرماتے ہیں اس لیے کہ یہ شکم کی حکومت سے آزاد تھا، یہ شکم پرست نہیں تھا، یہ شہوت ران نہیں تھا۔

فلا یشتھی مالا یجد ولا یکثر اذا وجد

جو کچھ اس کے پاس نہیں ہوتا تھا وہ اس کی طلب اور تڑپ میں مرتا نہیں تھا، یہ عبدِ شکم نہیں تھا کہ جو اس کے پاس نہیں ہے اس کے حصول کے لیے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دے تاکہ اس کے پیٹ میں لقمہ چلا جائے اور جب اس کے پاس کوئی چیز آ بھی جاتی تو اس کو اتنا نہیں کھاتا تھا کہ پھر اس سے اٹھنا

دشوار ہو جائے اس لیے کہ یہ پیٹ کی حکومت سے آزاد تھا۔

۳) کم گوئی:

وکان اکثر دھرہ صامتا

یہ زیادہ بولتا نہیں تھا، اس وجہ سے نہیں کہ اس کو بات کرنے کا طریقہ نہیں آتا تھا یا اس کے پاس معلومات نہیں ہوتی تھی بلکہ غیر ضروری گفتگو نہیں کرتا تھا۔ جب بولنے کا وقت آتا تو یہ ،بڑے بڑوں کو بولنے نہیں دیتا تھا لیکن جب غیر ضروری بولنا ہوتا تو یہ خاموش رہتا تھا۔ یہ اکثر بولتا نہیں تھا لیکن جب بولنے پر آجاتا تھا، بڑے بڑے بولنے والوں کا ناطقہ بند کر دیتا تھا۔

٤) انکساری اور تواضع:

وتقع غليل السائلين وكان ضعيفا مستضعفا

یہ اپنے آپ کو بہت ہی منکسر و متواضع رکھتا تھا، کمزور رکھتا تھا، دوسروں کے اوپر اپنا رعب و دبدبہ نہیں ڈالتا تھا۔ مومنوں کے ساتھ عاجز رہتا تھا۔

٥)صاحبِ جدّ وسنجیدگی:

فان جاء الجد

لیکن جب دشمن کے مقابلے میں آجاتا تھا تو جدی ہو جاتا تھا۔

فهو ليث غاب وصل واد

تو اس کی ہیبت سے بڑے بڑوں کے دل دہل جاتے تھے۔ ابو ذر غفاری

واقعاً ایسی شخصیت تھی کہ جب مومنوں کے درمیان ہوتے تو ایک انتہائی متواضع و عاجز شخصیت ہوتے لیکن جب دشمنوں کے مقابلے میں آتے تو اُن کے دل لرز جاتے تھے۔

جناب ابوذر غفاریؓ وہ عظیم انقلابی شخصیت جن کو رسول اللہ ﷺ نے کہا ہوا تھا کہ کبھی بھی حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہیں کرنا، کیونکہ تیری مأموریت کچھ اور ہے، اللہ نے تجھے کسی اور کام کے لیے بنایا ہے۔

ابوذرؓ کی جستجو:

ابوذر غفاریؓ کا اسلام قبول کرنے کا انوکھا واقعہ ہے۔ابوذرؓ غفاری مدینہ اور مکہ کے درمیان قیام پذیر تھے اور ان کا کام تجارتی کاروانوں کو ڈاکوئوں سے بچا کر ان سے کچھ اجرت لینا تھا۔ ابوذر غفاریؓ پیشے کے لحاظ سے چرواہے تھے، بھیڑ، بکریاں اور اونٹ چراتے تھے جب ان کے علاقے سے کوئی قافلہ گذرتا تو اس کو ڈاکوئوں سے تحفظ دیتے تاکہ وہ امن سے گذر جائے اور اس کے بدلے میں ان سے معاوضہ طلب کرتے۔ یہ ابو ذر غفاریؓ کا کام تھا، اور بہت بہادر، نڈر و شجاع بھی تھے۔

ایک دن ابوذر غفاریؓ کو ایک کاروان ملا، ابوذرؓ نے جب اُن سے پوچھا کہاں سے آئے ہو، تو جواب دیا کہ مکہ سے آئے ہیں، ابوذرؓ نے پھر سوال کیا کہ مکہ کے حالات بتاؤ؟ کہنے لگے مکہ کے حالات خراب ہو گئے ہیں، وہاں ایک جوان پیدا ہوا ہے اس نے آکر سب لوگوں کا دین خراب کر دیا ہے، خداؤں کو

برا بھلا کہتا ہے لات و منات و ھُبل کو برا بھلا کہتا ہے اور ان کے سامنے سجدہ نہیں کرتا ہے ۔ اس نے ہمارے آبائی طریقے کو چھوڑ دیا ہے ۔ عجیب جوان ہے ہمارے دین سے ہٹ گیااور آج کل مکہ کے حالات اس نے خراب کر دیئے ہیں۔ ابوذرؓ کو تشویش ہوئی یہ کون جوان ہے؟ کیا باتیں کرتا ہے اور کیا نظریہ پیش کرتا ہے۔

دوسرا کارواں آیا اس سے پوچھا انہوں نے یہی بات کی، تیسرا آیا اس نے بھی یہی بات بتائی، ہر ایک نے آکر جب اس جوان کی خصوصیات بتائی تو ایک دن ابوذرؓ اتنے بے تاب ہوگئے کہ اپنا گھر بار چھوڑ دیا، وہ کام بھی چھوڑ دیا اور مکہ آگئے اور آکر لوگوں سے پوچھنے لگے وہ کون ہیں جن کا نام محمدؐ ہے ؟ جس سے پوچھتے سب منہ پر ہاتھ رکھ لیتے کہتے خبردار! یہاں پر محمدؐ کا نام لینا خطرناک اور ممنوع ہے ، اگر نام لوگے تو مارے جاؤگے ، سنسار ہو جاؤ گے لیکن سب سے پوچھتے رہے کوئی بتاتا ہی نہیں تھا، آخرکار ایک نوجوان کے پاس آئے اور پوچھا کہ میں محمدؐ سے ملنے آیا ہوں،اس نوجوان نے کہا کہ بہترین شخص سے ملے ہو مجھ سے بہتر محمدؐ کا مقام کوئی جاننے والا نہیں ہے۔

حضرت ابوذرؓ کی جرأت:

اس نوجوان کا نام علیؑ ابن ابی طالب تھا، وہ بارگاہ محمدؐ میں لے گئے اور جاکر بتایا کہ یہ شخص آپ کا پوچھتا ہے ، اس کے بعد علیؑ باہر آگئے ۔ رسولؐ اور ابوذرؓ کی ملاقات چند منٹوں تک جاری رہی ، زیادہ لمبی چوڑی مجلس نہیں ہوئی،

بڑی تعلیم بھی نہیں ہوئی اور اس کے بعد ابوذرؓ باہر آئے تو ابوذرؓ کے تیور دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوذرؓ اپنا خیال رکھنا! کسی نے اُس وقت تک کھل کر اعلان نہیں کیا تھا، ابوذرؓ نے جا کر کعبہ کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر بلند آواز کے ساتھ کہا

یاَیُّھَا النَّاسُ! اشھدان لاالہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ

اے لوگو سنو! یہ لات و ھبل تمہارے خدا نہیں ہیں، وہ خدائے وحدہ لاشریک تمہارا خدا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس خدا کے رسول ہیں۔ پہلی دفعہ اہل مکہ نے بے باکانہ دین سنا، پہلی دفعہ جرأت مند انسان دیکھا جو اس بے باکی کے ساتھ آکر اسلام کا اعلان کر رہا تھا۔ ابوذرؓ پر پتھروں کی بارش شروع ہوئی، ہر پتھر پڑنے پر ابوذرؓ کے آواز میں شدت آجاتی، آخر کار جب پتھروں کی شدت ہو گئی تو اس وقت امیر المومنینؑ نے آکر ابوذرؓ کو پتھروں سے بچایا لیکن ابوذرؓ کی زبان سے شہادت غائب نہیں ہوئی یہ وہ ابوذرؓ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مأموریت دی، یہی ابوذرؓ امیر المومنینؑ کی نگاہوں میں اتنا عظیم ہے۔ علیؑ کو دھمالی اور بھنگڑالو نہیں چاہئے بلکہ امیر المومنینؑ کو ابوذرؓ چاہئے!

کان لی فیما مضی اخ فی اللہ

امیر المومنینؑ نے بھی ابوذرؓ کو کوئی پوسٹ نہیں دی البتہ امیر المومنینؑ کے حکومت سے پہلے ابوذرؓ شہید ہو چکے تھے، بہت سختیاں جھیل کر اس دنیا سے جا چکے تھے۔

حضرت ابوذرؓ کی حق گوئی:

ابوذرؓ کا کیا کام تھا؟ ابوذرؓ جہاں بھی ان لوگوں کو دیکھتے جنہوں نے بیت المال لوٹا ہوا تھا اور اپنی جیبیں بھری ہوئی تھیں سورہ ٔتوبہ کی یہ آیات تلاوت کرتے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (توبہ،۳۴)

یہ لوگ جو مال اکٹھا کر رہے ہیں، گھروں کے اندر انبار لگا رہے ہیں اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کے اوپر عذابِ عظیم ہے اور خدا کی لعن ہے۔ ابوذرؓ یہ آیتِ کریمہ ذخیرہ اندوزوں کو دیکھ کر تلاوت کرتے تھے، یہاں تک کہ مدینے کے امراء اور ذخیرہ اندوز ابوذرؓ سے تنگ آگئے۔ ایک دن انہوں نے میٹنگ بلائی اور اس میں بڑے بڑے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ اس مشکل کو حل کرو! انھوں نے مشورہ دیا کہ اس مشکل کا حل یہ ہے کی اس آیت کے اندر سے واو کو ہٹا دیا جائے۔

تحریفِ قرآن کا اقدام:

اگر فقط یہ ''و'' آیت کے اندر موجود ہو تو آیت کا مضمون یہ بنتا ہے کہ یہ دونوں طبقے اہل کتاب اور یہ ذخیرہ اندوز لوگ جو مال جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے اُن پر خدا کی لعنت ہے۔ لیکن اگر ''و'' کو ہٹا دیا جائے تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ اہل کتاب جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں، ان پر خدا

کی لعنت ہے اور مسلمانوں کے بارے میں پھر یہ آیت نہیں ہو گی، واو کی وجہ سے یہ دو گروہ بن جاتے ہیں۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ ساری مشکل'' واو'' کی وجہ سے ہے، اگر یہ ''واو'' قرآن سے ہٹا دیا جائے تو سارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور ابوذرؓ کا نعرہ بے اثر ہو جائے گا۔ میٹنگ بلائی جس میں بڑے بڑے لوگوں کو بلایا اور ان میں ایک شخصیت "کعب الاحبار " تھی جو اس وقت لوگوں کو درس دیتا تھا۔ یہ شخص پہلے یہودی تھا اور بعد میں مسلمان ہو گیا۔

جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ سنائیں کہ آیا یہ'' واو'' قرآن میں ہے یا نہیں؟ کعب الاحبار نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تھا اور حضرتؐ نے ''واو'' نہیں پڑھا تھا۔ بس مسئلہ حل ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ ''واو'' آیت میں نہیں ہے، جب ''واو'' نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ آیت اہلِ کتاب کے بارے میں ہے، باقیوں کے بارے میں نہیں ہے۔ لہٰذا لوگ جتنا سونا، چاندی چاہے جمع کر سکتے ہیں، جتنا مال چاہے جمع کر سکتے ہیں۔ جب ابوذرؓ نے سنا تو ان کو طیش آ گیا، دائیں بائیں دیکھا تو ایک اونٹ کی ران کی ہڈی دور پڑی ہوئی تھی، وہ اٹھائی اور دونوں ہاتھوں سے کعب الاحبار کے سر پر ماری اور کہنے لگے اے یہودی زادے تو آکر ہمیں قرآن یاد دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ واو نہیں ہے۔ یہاں اتنے حافظ اور کاتبِ قرآن موجود ہیں جو اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ'' واو'' موجود ہے اور یہ آیت اِن ذخیرہ اندوزوں کے بارے میں ہے اور تو ان سرمایہ داروں کے کہنے پر قرآن میں تحریف کر رہا ہے۔ ابوذرؓ نے کعب الاحبار کو لہولہان کر دیا۔

محبِ رسولؐ کا عظیم نمونہ:

وہی ابوذرؓ جس کے بارے میں امیر المومنینؑ فرما رہے ہیں کہ یہ بولتا نہیں تھا۔ جہاں سے بھی ابوذرؓ گذرتے لوگ ان پر فقرے کستے کیونکہ ابوذرؓ کی زندگی بہت عجیب و غریب زندگی تھی۔ ایک جنگ کے اندر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے۔ اس زمانے میں جنگ میں مجاہد کی ہر چیز اپنی ہوتی تھی، گھوڑا، تلوار، ہتھیار، راشن سب اپنا ہوتا تھا۔ حکومت کچھ بھی نہیں دیتی تھی صرف جنگ کے لئے بلاتی تھی۔ ابوذرؓ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا صرف ایک مریل سی اونٹنی تھی۔ اس مریل اونٹنی پر بیٹھ کر لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا کہ آپ کے پاس سواری نہیں ہے، آپ رہنے دیں لیکن ابوذرؓ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؐ جنگ پر جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں۔

ابوذرؓ کی بیچاری اونٹنی چل بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ ابوذرؓ کے پاس چارے کے پیسے نہیں ہوتے تھے کہ اُس کو کھلائیں اور وہ اتنی تگڑی ہو کہ تیز چل سکے۔ امیر المومنینؑ کا گھوڑا بھی اسی طرح کا تھا، وہ چلتا تھا دوڑتا نہیں تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ اتنے بڑے جنگجو اور سالار ہیں گھوڑا تو ایسا رکھیں جو کم از کم دوڑ سکے۔ امیر المومنینؑ نے کہا کہ مجھے گھوڑا دوڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گھوڑا دو جگہوں پر دوڑایا جاتا ہے ایک جب کسی کا پیچھا کرنا ہو دوسرا جب کسی کو پیٹھ دکھانا ہو اور یہ دونوں کام میں نہیں کرتا۔ میرے لیے یہی گھوڑا کافی ہے جو

بس مجھے میدان میں پہنچا دے ، باقی کام مجھے خود کرنا ہوتا ہے، میں گھوڑے کی مدد سے جنگ نہیں لڑتا بلکہ اپنے زورِ بازو پر جنگ لڑتا ہوں۔

اسی طرح ابوذرؓ کے پاس ایک مریل سی اونٹنی تھی اُسے لے کر لشکر کے پیچھے روانہ ہو گئے۔باقی لوگوں کے پاس جنگی گھوڑے تھے وہ آگے نکل گئے۔ جب ابوذرؓ پیچھے رہ گئے تو لوگ اُن کے بارے میں باتیں کرنے لگے کہ یہ بوڑھا جان بوجھ کر پیچھے رہ گیا ہے، اس کی آنے کی نیت ہی نہیں تھی اور اب واپس چلا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مصلحتاً ایک جگہ پر قیام کیا اور اس قیام میں منتظر تھے کہ ابوذرؓ آجائے۔ سب آکر کہنے لگے کہ ہمیں پتہ ہے کہ ابوذرؓ نہیں آئینگے، وہ باتیں بہت کرتا ہے کام نہیں کرتا اور رسولؐ خواہ مخواہ میں اس کے بارے میں خوش بین ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ابوذرؓ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ایک جگہ آپؐ کا فرمان ہے کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔یعنی ابوزر کا اتنا عظیم مقام تھا کہ معصومینؑ کے علاوہ ابوذرؓ سے زیادہ سچا انسان اس آسمان کے نیچے نہیں تھا۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر بیٹھ گئے اور لوگوں نے آکر ابوذرؓ کے خلاف باتیں شروع کر دیں۔اتنے میں دور سے ابوذرؓ آتے ہوئے نظر آئے ،کچھ سامان کندھے پر ڈالا ہوا، کچھ ہاتھ میں پکڑا ہوا اور ایک ہاتھ میں کاسہ تھامے ہوئے، ابوذرؓ کے جوتے بھی پھٹ گئے تھے اور پاؤں خار اور پتھروں سے لہولہان تھے۔ننگے پاؤں صحرا کی جلتی زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے رسولؐ کے پاس پہنچے اور آکر بتایا کہ راستے میں اونٹنی مر گئی پھر میں نے پیدل سفر کا آغاز کیا

راستے میں مجھے پیاس لگی، ایک جگہ بارش کا جمع شدہ پانی نظر آیا میں نے پینے کے لئے کاسہ بھرا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے ابھی تک پانی نہ پیا ہو تو میں نے اس لیے یہ کاسہ بھر کر رکھ دیا کہ پہلے رسول اللہ ﷺ پئیں پھر میں پیوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو پانی دیا جسے حضرتؐ نے نوش فرمایا اور ابوذرؓ کو دعا دی، باقی ماندہ پانی ابوذرؓ نے پیا، یہ سارا منظر دیکھ کر اُن لوگوں کو شرمندگی ہوئی جو ابوذرؓ کے خلاف باتیں بنا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اونٹنی کدھر گئی؟ کہا کہ وہ مریل تھی راستے میں گر کر مر گئی۔ رسولؐ نے کہا کہ واپس کیوں نہیں چلے گئے؟ ابوذرؓ کہتے ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا حبیب جنگ پر جائے اور میں گھر میں بیٹھا رہوں، یہ ابوذرؓ کی شخصیت ہے۔

حضرت ابوذرؓ کی جلاوطنی:

ابوذرؓ کو تنگ کرنے کے لئے کوہستانی علاقے میں پہاڑوں کے اندر جلاوطن کیا گیا، ابوذرؓ نے وہاں پر بھی انقلابی تحریک شروع کر دی۔ خلیفہ سوم کو خط لکھے گئے کہ اگر شام کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتے تو اس جلاوطن قیدی کو واپس بلاؤ۔ خلیفہ سوم نے واپسی کا حکم دیا اور بڑے دردناک طریقے سے ابوذرؓ کو واپس بھیجا گیا ایک برہنہ اونٹ کے اوپر بغیر پالان کے ابوذرؓ کو بٹھایا گیا اوران کے اونٹ کے نیچے سے پاؤں باندھ دیئے گئے اور دو گھڑ سوار اس اونٹ کو شام سے مدینہ تک دوڑاتے ہوئے لے گئے۔

جب مدینہ میں ابوذرؓ اترے تو ٹانگوں اور رانوں کا گوشت گل چکا تھا، ابوذرؓ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ اس وقت جناب امیر المومنینؑ اور جناب حسنینؑ نے آکر ابوذرؓ کو سہارا دیا اور مداوا کیا۔ ابوذرؓ نے اس زخمی حالت میں بھی زبان نہیں روکی اور اپنا انقلابی کام جاری رکھا آخر کار دوبارہ انہیں مدینہ سے نکالا گیا اور ربذہ بھیجا اور وہیں پر ابوذرؓ غفاری نے شہادت پائی۔ آج وہیں پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ان کا مزار بھی موجود ہے۔ اس شخصیت کے بارے میں امیر المومنینؑ فرما رہے ہیں کہ یہ میرا دینی بھائی تھا جو آج مجھے بہت یاد آتا ہے۔ علیؑ کی ضرورت ابوذرؓ ہے، علیؑ کا پسندیدہ انسان ابوذرؓ ہے۔

لا یدلی بحجة حتیٰ یاتی قاضیا ،وکان لا یلوم احدا علی مایجد العذر فی مثله

ابوذرؓ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اگر ابوذرؓ کی بارگاہ میں کسی سے غلطی ہو جاتی اور وہ بعد میں معذرت کرتا تو ابوذرؓ فوراً اس کو معاف کر دیتے تھے اور انتقام نہیں لیتے تھے۔

حتیٰ یسمع اعتذاره وکان لا یشکو رجعا الا عندبرئه

اور کبھی بھی ابوذرؓ نے اپنے دکھ درد کا شکوہ کسی کے سامنے نہیں کیا، اگر کبھی کیا بھی تو اپنے پروردگار کے سامنے کیا۔

حضرت ابوذرؓ کون تھے ؟

وکان یقول مایفعل

ابوذرؓ کون تھا؟ جس کے قول اور فعل میں فرق نہیں تھا۔



ولا یقول مالا یفعل

اور جو اُسے نہیں کرنا ہوتا تھا وہ زبان پر ہی نہیں لاتے تھے۔

وکان اذا غلب علی الکلام لم یغلب علی السکوت

اگر باتوں میں کوئی غلبہ پاتا تھا تو خاموشی میں کوئی غلبہ نہیں پا سکتا تھا۔

وکان علیٰ مایسمع احرص منہ علی ان یتکلم

اور ابوذرؓ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ بولنے سے زیادہ سنیں اوراستفادہ کریں نہ کہ دوسروں کو سمجھائیں۔

وکان اذا بدھہ امران ینظر ایھما اقرب الی لھوی فخالفہ

جب ابوذرؓ کے سامنے دو راستے آجاتے تو ابوذرؓ یہ دیکھتے کہ کونسا میرے نفس کے مطابق ہے، میرا نفس امارہ مجھے کدھر رغبت دلاتا ہے اور جدھر نفس کہتا تھا اس کی مخالفت کر لیتے تھے اور اس دوسرے راستے کو چن لیتے تھے۔

فعلیکم بھذہ الخلائق

امیر المومنینؑ فرمارہے ہیں کہ فعلیکم تم سب کے لیے یہ صفات لازم و واجب ہیں

فعلیکم بھذہ الخلائق

امیر المومنینؑ فرمارہے ہیں اگر میرا پیرو کاراور شیعہ بننا ہے، تو تم سب پر واجب ہے کہ اپنے اندر یہ خصلتیں پیدا کرو۔

فالزموھا

ان کے پابند ہو جاؤ!

وتنافسوافیھا

اور ایک دوسرے کے ساتھ ان صفات میں مقابلہ کرواور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو!

فان لم تستطیعوھا

اگر قدرت نہیں ہے!

فاعلموا ان اخذ القلیل خیر من ترك الکثیر

اگر ابوذرؓ کی ساری صفات اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے تو کم از کم جتنی کر سکتے ہو اتنی کرو۔ یہ نہ ہونے سے بہتر ہے۔

ابوذرؓ گونہ زندگی کی خواہش:

فعلیکم بھذہ الخلائق

میرا شیعہ کہلانے کا فارمولا و نصاب یہ ہے کہ اگر تمہارے اندر یہ صفات پائی جاتی ہیں تو تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں لیکن اگر تم نے اپنے مَن گھڑت طریقوں سے ہماری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو کہ یہ تمہاری دیناوی مشقتیں ہیں اور آخرت میں ان کے بدلے میں تمہیں عذاب ملے گا۔

یہ امیرالمومنینؑ کا واضح بیان ہے اس سے زیادہ واضح ہمیں کیسے بتائیں کہ مجھے کیسے انسان چاہیں؟ علیؑ کی حسرت ہے کہ کاش ابوذرؓ جیسے ساتھی مل جائیں اور جب ان ساتھیوں کی آرزو میں علیؑ کو ہم جیسے ملے تو علیؑ نے کہا خدایا! انہیں

مجھ سے لے لے اور مجھے ان سے لے لے ۔ جبکہ ہم جیسوں کے بارے میں امیر المومنینؑ کیا فرمارہے ہیں ملاحظہ کریں

انبیته بسراً قد اطلع الیمن

بُسر کا یمن پر حملہ:

علیؑ کے زمانے میں ایک بہت بڑا دہشتگرد تھا اس کا نام بسر ابن ابی ارطاۃ تھا۔ اس نے یمن پر حملہ کیا اور یمن میں اس وقت علیؑ کا مقرر کردہ والی عبید اللہ ابن عباس تھا۔ یہ عبد اللہ ابن عباس کا چھوٹا بھائی اور علیؑ کا چچا زاد بھائی بھی تھا۔ جب بسر ابن ابی ارطاۃ نے یمن پر حملہ کیا تو اس کے باوجود کہ یہ والیٔ یمن تھا، ان کے پاس فوج تھی، بیت المال تھا، پورا یمن اس کے کنٹرول میں تھا یہ والی بھی اور اس کی فوج بھی بھاگ گئی۔ عبید اللہ نے اپنا گھر اکیلا چھوڑ دیا، اس کے دو کمسن بچے تھے۔ بسر نے والیٔ یمن عبید اللہ کے بچے پکڑے اور یمن شہر کے چوک میں لاکر ان کی ماں کے سامنے بچوں کو دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر زندہ چیر دیا۔ عبید اللہ حملے کی خبر سن کر بھاگ گیا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا کوفہ جا پہنچا۔ امیر المومنینؑ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ کہا آپ کو رپورٹ دینے آیا ہوں ! پوچھا کہ کیا رپورٹ ہے؟ کہنے لگے دہشت گرد نے یمن پر حملہ کر دیا ہے۔

شکست کے چار اسباب:

اس وقت امیر المومنینؑ نے کوفہ میں اپنی فوج جمع کی اور یہ خطبہ دیا

انبیت بسراً

مجھے خبر ملی ہے کہ بسر نے یمن پر چڑھائی کر دی ہے۔

وانی واللہ لاظن ان ھولاءِ القوم سیدالون منکم

اور خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ بہت جلد یہ قوم (شامی) تمہیں نیست و نابود کر کے حکومت اپنے قبضے میں لے لے گی۔

باجتماعھم علی باطلھم

اس لیے کہ وہ باطل پر ہیں لیکن ان میں اتفاق ہے۔

وتفرقکم عن حقکم

تم حق پر ہو لیکن تم میں انتشار اور تفرقہ ہے

وبمعصیتکم امامکم فی الحق

میں تمہارا امامِ حق ہوں لیکن تم میری نافرمانی کرتے ہو۔

وطاعتھم امامھم فی الباطل

ان کا امام، باطل کا امام ہے لیکن وہ اس کے فرمانبردار و مطیع ہیں۔

وبادآئھم الامانۃ الیٰ صاحبھم

اور وہ ہر امانت اس کے صاحب کو ادا کرتے ہیں۔

وخیانتکم

اور تم خیانت کرتے ہو۔

وبصلاحهم فی بلادهم وفساد کم فلو ائتمنت احدکم علی قعب لخشیت ان یذهب بعلاقته

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ تم اپنے علاقوں کو ویران کرتے ہو اور وہ دہشتگرد اپنے مراکز آباد کرتے ہیں۔ ان چار وجوہات کی وجہ سے کہ

۱) ان کے اندر اتحاد ہے۔

۲) وہ اپنے رہبر کی اطاعت کرتے ہیں۔

۳) وہ امانتدار ہیں۔

۴) وہ اپنے مراکز کو آباد کرنے والے ہیں۔

اس کے مقابلے میں تم اگرچہ حق پر ہو لیکن تم لوگوں کے درمیان تفرقہ ہے، تمہارا امام حق پر ہے لیکن تم معصیت کار ہو تم اس کے نافرمان ہو اور تم اپنے مراکز کو ویران کرتے ہو اور خیانت کرتے ہو اور تمہاری خیانت کی حد یہ ہے کہ اگر میں تمہیں امانت کے طور پر مٹی کا کوزہ دوں تو تم اُسے بھی توڑ کر مجھے واپس کروگے۔ اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا

اللھم انی قد مللتھم وملونی

اے پروردگار! میں نے انہیں تھکا دیا ہے، انہوں نے مجھے تھکا دیا ہے،

وسئمتھم وسئمونی

اے پروردگار! میں نے ان کو خستہ کر دیا ہے انہوں نے مجھے خستہ کر دیا ہے،

فابدلنی بهم خیرا منهم

مجھے ان سے بہتر عطا کر۔

وابدلهم بی شراً منی

اوران کو بہت بدتر جو اِن پر رحم نہ کرتا ہو وہ ان پر مسلط کر دے۔

اللهم مث قلوبهم کمایماث الملح فی الماء

اے پروردگار! ان کی دلوں کو اس طرح ختم کر دے جس طرح پانی کے اندر نمک حل ہو جاتا ہے۔

اما والله لوددتُ

خدا کی قسم میں یہ چاہتا تھا۔

ان لی بکم الف فارس من بنی فراس بن غنم هنالك، لودعوت اتاك منهم فوارس مثل ارمیة الحمیم

میں یہ چاہتا تھا (یہ ایک بڑے شاعر کا شعر ہے) کہ تمہارے بدلے میرے پاس بنو فراس کے ایک ہزار سوار ہوتے کہ جنہیں جب پکارا جائے تو وہ دوڑتے ہوئے، گھٹا کے بادلوں کی طرح لبیک کہتے ہوئے آتے ہیں۔

ثم نزل علیه السلام من المنبر

پھر امیر المومنینؑ اپنی فوج کے ہاتھوں سے روتے ہوئے ممبر سے اترے۔

علی علیہ السلام کی فریادیں!

جناب سید رضی نے اس کی وضاحت کی کہ جب امیر المومنینؑ کو ایسے لوگ ملے تو انھوں نے دعا کی کہ پروردگارا انہیں مجھ سے لے لے اور مجھے ان سے لے لے لیکن علیؑ کو ابوذرؓ یاد آرہے تھے کیونکہ ابوذرؓ کے اندر یہ خصوصیات موجود تھیں۔ جب علیؑ شہر انبار سے گذرے اور لوگوں نے بھنگڑا کر کے استقبال کیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تمہاری دنیا کی زحمت و مشقت اور تمہاری آخرت کی بدبختی اور شقاوت ہے ۔ علیؑ کی چاہت یہ نہیں ہے، علیؑ کی حسرت ابوذرؓ جیسی شخصیت ہے۔کب ابوذرؓ جیسے علیؑ کو ملیں گے؟ کب علیؑ کی جان بھنگڑا لیوں اور دھمالیوں سے چھوٹے گی؟ کب تک من گھڑت طریقوں سے لوگ علیؑ کو خوش کریں گے؟

اپنے من گھڑت طریقے سے سوگ یا خوشی نہ منائیں جو آئمہ علیہم السلام نے طریقے بتائے ہیں اُن پر عمل کریں۔ آئمہ اطہار علیہم السلام نے ہمیں عزاداری کر کے سکھایا کہ اس طرح عزاء کریں تاکہ علیؑ ہمیں قبول کریں اور علیؑ کہہ سکیں کہ

کان لی فیما مضی اخ فی اللہ

آنے والے زمانوں میں بھی میرے بھائی موجود ہیں، ان کے اندر بھی یہ صفات موجود ہیں۔ علیؑ کو دلیر اور شجاع لوگ چاہیے ، دانااور حکیم لوگ چاہیے ، وہ جو جنگل کے شیر کی طرح ہوں، وہ جو دشمن کے مقابلے میں کھنکارتے ہوئے ناگ کی طرح اژدھا بن جاتے ہوں۔ ایسے لوگ نہیں چاہیے جو دشمن سے

دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں اور باتیں بڑی بڑی کرتے ہیں۔

ایک اور خطبے میں امیر المومنینؑ اپنی سپاہ سے فرماتے ہیں کہ جب تم آپس میں بیٹھتے ہو تو بہت باتیں بناتے ہو اور جب دشمن کے مقابلے میں آتے ہو تو کہتے ہو کہ اب بھاگنے کا راستہ کہاں ہے؟ اب کون ہماری جان کو بچائے گا؟ جب دشمن کے مقابلے میں آتے ہو تو تمہاری حالت بدل جاتی ہے۔خدا شاہد ہے کہ امیر المومنینؑ کا بہت درد مند دل ہے ۔ ایک بزرگوار عالم دین کے بقول علیؑ سب سے زیادہ مظلوم امام ہیں حتی کہ سید الشہداءؑ سے بھی زیادہ مظلومؑ ہیں۔

پیشہ ور خطیب کی سخنوری:

ہم آج جو امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل سننے کے خوگر ہیں، اپنے مولا کی حسرت بھی سنیں۔

ایک پیشہ ور خطیب نے امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے، امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل پڑھے، نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا ردعمل موجود ہے، امیر المومنین نے ان فضائل کا جواب کیا دیا! اے خطیب، اے سخنور، اے سخن دان، جو تیری زبان پر ہے اور جو تو زبان پر جاری کر رہاہے، علی علیہ السلام وہ بھی نہیں ہے اور جو تیرے دل میں ہے، علی علیہ السلام وہ بھی نہیں ہے، علی علیہ السلام اس سے بالا تر ہے اور جو تیری زبان پر ہے علی علیہ السلام اس سے کم تر ہے، تو زبان سے بھی ناحق پیش کر رہاہے اور تو دل میں بھی ناحق گمان رکھتاہے، پس علی علیہ السلام پیشہ ور خطیبوں کے مصنوعی

و ریاکارانہ و پیشہ ورانہ کلام کو خوب جانتے ہیں، اولاد علی علیہ السلام خطیبوں کا جواب دینا جانتے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام حسرتیں لے کر اس دنیا سے گئے وہ حسرتیں جن کی تکمیل پیروان علی علیہ السلام کو کرنی ہے، عہد علی علیہ السلام میں نہیں ہوسکیں لیکن بعد میں آنے والی نسلوں اور آج کی نسل سے امیر المومنین علیہ السلام اور ہر امام کا تقاضا یہی ہے حتیٰ حضرت سیدہ علیہ السلام کا تقاضا بھی یہ ہے کہ میری حسرتیں کون پوری کرے گا؟

غم علی علیہ السلام بزبان علی علیہ السلام:

امیر المومنین علیہ السلام رحلتِ رسول اللہ ﷺ کے بعد خود فرماتے ہیں کہ میری حالت کیا تھی! فرماتے ہیں کہ میرے گلے میں جیسے کوئی چیز پھنسی ہو جسے نہ نگل سکتا ہوں نہ اُگل سکتا ہوں اور آنکھوں میں ایسے خار آجائے جو آنکھیں بند بھی نہیں کرنے دیتا اور آنکھیں کھولنے بھی نہیں دیتا، یہ درد و کرب تھا اور اس کرب میں بندھے ہوئے بازو، میں نے دائیں دیکھا، بائیں دیکھا تنہائی کا عالم ہے اور میری حالت یہ تھی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے میراثِ رسولؐ لٹتے دیکھی، یہ حالت کون بیان کرسکتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام کے دل میں اطاعت کی حسرت تھی، اے کاش! اطاعت کرنے والے مل جاتے، جن کو میں فرمان دوں اور وہ فرمان بجالائیں۔

فخر سید الشہداءؑ:

علیؑ کی مظلومیت آج تک جاری ہے اور امیر المومنینؑ یہی آرزو لے کر دنیا سے چلے گئے کہ مجھے کب ابوذرؓ جیسے نصیب ہونگے! سید الشہداءؑ نے اسی لیے اپنے اصحاب کے بارے میں فرمایا کہ مرحبا! ایسے اصحاب تو نہ میرے نانا کو ملے اور نہ میرے بابا کو ملے۔ رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ کو بھی ایسے اصحاب کی ضرورت تھی جیسے سید الشہداءؑ کو کربلا میں ملے۔ ایک طرف وہ گروہ ہے جس کے بارے میں امیر المومنینؑ فرما رہے ہیں کہ تم نے مجھے تھکا دیا، میں نے تمہیں تھکا دیا، خدایا انہیں مجھ سے لے لے، مجھے ان سے لے لے اور ایک اصحاب کا وہ گروہ ہے جنہیں شبِ عاشور سید الشہداءؑ خیمے میں چراغ بجھا کر کہتے ہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ، میں نے اپنا حقِ بیعت تم سے اٹھا دیا ہے، میں تمھارے جانے پر راضی ہوں لیکن ایک بھی اٹھ کر نہیں جاتا، ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے، اس لیے سید الشہداءؑ فخر کرتے ہیں اے پروردگار جیسے اصحاب مجھے دیئے ہیں نہ میرے بابا کو ملے، نہ میرے نانا کو ملے اور جو نہ میرے بھائی حسن کو ملے!

خداوندا ہمیں پیروکارِ علیؑ بننے کی توفیق عطا فرما! اٰمین۔



سوال نامہ

سوال نمبر ا۔ حسرت انسان کی نفسانی حالت کا نام ہے جس میں انسان افسوس کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی رکھتا ہے۔

(الف) پشیمانی (ب) حسرت

(ج) امید (د) نا امیدی

سوال نمبر ۲۔ مقصدِ بعثتِ رسول ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(الف) غلبہ دین (ب) اقرارِ دین

(ج) عملِ دردین (د) بقائے دین

سوال نمبر ۳۔ علیؑ کی آرزوؤں کو پورا کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی ذمہ داری ہے۔

(الف) دیگر اماموں کی (ب) امت کی

(ج) پیروکاروں کی (د) ب اور ج درست

سوال نمبر ۴۔ رسول ﷺ کی رحلت کے بعد علیؑ نے حسرت کی اے کاش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زندہ ہوتے۔

(الف) عقیلؑ (ب) جعفر طیارؑ

(ج) حمزہؑ (د) ب اور ج درست

سوال نمبر ۵۔ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر۔۔۔۔۔۔ میں امام علیؑ نے اپنی حسرت کا ذکر کیا ہے۔

(الف) ۲۸ (ب) ۳۴

(ج) ۳۷ (د) ۵۶

سوال نمبر ۶۔ خطبہ میں امامؑ نے فرمایا " تم ان ۔۔۔۔۔۔۔ کی طرح ہو جن کا چرواہا گم ہو گیا ہے۔

(الف) جانوروں (ب) اونٹوں

(ج) بھیڑیوں (د) بکریوں

سوال نمبر ۷۔ امام اس وقت تک دین نافذ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(الف) جب تک امت حاضر نہ ہو۔

(ب) جب تک امت ہمراہ نہ ہو

(ج) جب تک امت امام کے تابع نہ ہو

(د) تمام درست

سوال نمبر ۸۔ امت کی علامت یہ ہے کہ ۔۔۔۔

(الف)اگر ایک طرف سے اکٹھا کر دیا جائے تو دوسری طرف سے بکھر جائے۔

(ب)اگر ایک مرتبہ اکھٹا کر دیا جائے تو کبھی نہیں بکھرتی۔

(ج)اگر اکٹھا کر دیا جائے تو کبھی امام کی پیروی نہیں کرتی۔

(د) کبھی اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

سوال نمبر ۹۔ایک ریوڑ کو۔۔۔۔۔۔چاہیے جبکہ امّت کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(الف)چراگاہ، امام (ب)امام، چراگاہ

(ج)چراگاہ، قطار (د)امام، پیروکار

سوال نمبر ۱۰۔امام علیؑ نے اپنی قوم کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے تشبیہ دی۔

(الف)ریوڑ (ب)شمشیر

(ج)اُمت (د)تمام درست

سوال نمر ۱۱۔امامؑ کے خطبہ کے مطابق کون سے لوگ سب سے زیادہ ناتوان ہیں؟

(الف)جو جنگ میں شکست حاصل کر لیں

(ب)جو دشمن کو اپنے اوپر مسلط کر لیں

(ج)جو دشمن پر شمشیر نہ چلا سکیں

(د)تمام درست

سوال نمبر ۱۲۔ امام کے خطبہ کے مطابق میرا حق تم پر یہ ہے کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔

(الف)میری بیعت کی وفا کرو (ب) میرا ساتھ دو

(ج)مجھے لبیک کہو (د)تمام درست

سوال نمبر ۱۳۔ امام کے صحابی۔۔۔۔۔۔۔۔جنگِ صفین میں شہید ہوے۔

(الف)حضرت ابوز غفاریؓ (ب) حضرت حمزہؓ

(ج)حضرت عمارِ یاسرؓ (د)مالکِ اشترؓ

سوال نمبر ۱۴۔ امام علیؑ حکومت صرف ۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لیے طلب کرتے تھے۔

(الف)قیامِ عدالت (ب) اقتدار

(ج)دونوں درست (د)دونوں غلط

سوال نمبر ۱۵۔ امام علیؑ کے زمانے میں۔۔۔۔۔۔۔۔کم تھے اور ۔۔۔۔۔۔۔۔ زیادہ۔

(الف)ناسور، ناصر (ب) ناصر، ناسور

(ج)ناصر، مددگار (د) مددگار، پیشوا

سوال نمبر ۱۶۔ امام علیؑ نے ۔۔۔۔۔۔۔۔کے سامنے اپنی حسرت کا اظہار کیا کہ میرے سینے میں علم کا سمندر موجود ہے لیکن کوئی لینے والا نہیں۔

(الف)حضرت عمار یاسرؓ (ب)حضرت ابو ذرؓ

(ج)حضرت کمیلؓ (د)حضرت مالک اشترؓ

سوال نمبر ۱۷۔ جنگ صفین میں وہ ۱۲۰۰۰ جنہوں نے امامؑ کی مخالفت کرکے قرآن نیزوں پر اٹھا لیے ان میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی کمی تھی۔

(الف)بصیرت (ب)عبادت

(ج)شعور (د)الف اور ج درست

سوال نمبر ۱۸۔ امام علیؑ نے اپنے دینی بھائی کا ذکر حکمت نمبر۔۔۔۔۔۔۔ میں کیا ہے۔

(الف)۲۸۰ (ب)۲۸۹ (ج)۲۸۲ (د)۲۸۶

سوال نمبر ۱۹۔ الٰہی بھائی کسے کہتے ہیں؟

(الف)جو خونی رشتے کا بھائی ہو (ب)جو قریبی رشتہ دار ہو

(ج)جو یتیم ہو (د) جسے خدا کی خاطر سے بھائی بنایا جائے

سوال نمبر ۲۰۔ امام علیؑ اپنے دینی بھائی کی صفات بیان کرتے ہیں کہ

(الف)دنیا اس کی نظر میں حقیر تھی (ب)وہ شکم کی اسارت سے آزاد تھا

(ج)بہت عمدہ حکومت سنبھالتا تھا (د)الف اور ب درست

سوال نمبر ۲۱۔ حضرت ابوذرؓ کا اسلام لانے سے قبل کیا کام تھا؟

(الف) قافلے کو ڈاکوؤں سے تحفظ دیتے (ب) بھیڑ بکریاں چراتے

(ج) کھیتی باڑی کرتے (د)الف اور ب درست

سوال نمبر ۲۲۔ ابوذرؓ بیت المال لوٹنے والوں کے سامنے قرآن کی۔۔۔۔ سورۃ کی تلاوت بیان کرتے تھے۔

(الف)سورۃ حجر (ب)سورۃ روم

(ج)سورۃ توبہ (د)سورۃ نصر

سوال نمبر ۲۳۔ ابو ذرؓ کے کعب الاحبار کو لہو لہان کرنے کی کیا وجہ تھی؟

(الف)وہ بیت المال کثرت سے اکٹھا کرتا تھا (ب)یہودی تھا

(ج) قرآن میں تحریف کی تھی (د)تمام درست

سوال نمبر ۲۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا فرمان ہے کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔

(الف) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ب) امام علیؑ

(ج) جناب سیدہؑ (د) امام حسینؑ

. سوال نمبر ۲۵ امیر المومنینؑ نے کوفے میں اپنی فوج کو شکست کے وقت دشمن کی خوبیاں بتائی کہ

(الف) اُن کے اندر اتحاد ہے

(ب) وہ اپنے رہبر کے مطیع ہے

(ج) وہ شمشیر چلانا ناخوب جانتے ہیں

(د) الف اور ب درست ہے

اوپن بک انعامی مقابلہ

امتحان:

امتحان ۱۰ فروری تا ۵ مارچ ۲۰۲۰ تک بذریعہ موبائل اپلیکیشن "IEC Book" آپ دے سکتے ہیں۔ امتحانی فیس -/50 روپے ہیں۔ کتاب کی قیمت اس میں شامل نہیں ہے۔ E-Book ہماری ویب سائٹ سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

انعامات:

پہلی دوسری اور تیسری پوزیشن کے لیے تمام سوالات کے صحیح جوابات دینے والے افراد میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے انتخاب کیا جائے گا۔

پہلا انعام:	دوسرا انعام:	تیسرا انعام:
ایران زیارت ٹکٹ مبلغ	موبائل مبلغ	استادِ محترم کی کتب کا سیٹ مبلغ
(PKR Rs.20,000/-)	(PKR Rs.10,000/-)	(PKR Rs.5,000/-)

قواعد و ضوابط

۱۔ تمام سوالات کے جوابات کتاب سے ہی دیئے جائیں۔
۲۔ کتاب کا خود مطالعہ کر کے جواب دینا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔
۳۔ مقابلہ کے شرکاء کیلیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔
۴۔ تمام شرکاء انٹرنیٹ کے ذریعے جوابات ہماری موبائل اپلیکیشن "IEC Book" پر دی گئی تفصیلات کے ذریعے جمع کرواسکتے ہیں۔
۵۔ انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہ ہونے کی صورت میں آپ اس امتحان میں حصہ نہیں لے سکتے۔
۶۔ جوابات ۵ مارچ ۲۰۲۰ تک نیچے دیئے گئے لنک پر جمع کروائیں بعد میں وصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیئے جائیں گے۔
۷۔ نتائج کا اعلان ۱۳ رجب (مناسبتِ ولادتِ امام علیؑ) کو کیا جائے گا۔
۸۔ مقابلہ میں کامیاب ہونے والے شرکاء کا نتیجہ ہماری وی سائٹ http://www.pairwan-e-wilayat.com/ پر ۱۳ رجب کے بعد دیکھا جا سکتا ہے۔

آپ ہم سے بذریعہ واٹس اپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں 977 57 27 92302+

موبائل اپلیکیشن حاصل کرنے کے لیے یہاں کلک کریں

https://play.google.com/store/apps/details?id=com.pairwan_e_wilayat.iecbooks

کتاب ملنے کا پتہ:

متاب پبلیکیشنز کے تمام سینٹرز



☆ اے وہ لوگ جن کے جسم تو ایک دوسرے کے قریب ہیں لیکن دل ایک دوسرے سے دور ہیں۔ میں تمہارا کیا کروں؟ تمہیں لے کر کدھر جاؤں؟

☆ خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج امتحان و آزمائش کا وقت آگیا تو تم مجھے اس طرح چھوڑ کر چلے جاؤ گے جس طرح مقتول کا سر اس کا تن چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

☆ میں چاہتا ہوں اُمت کے دردوں کا علاج تمہارے ذریعے سے کروں جبکہ تم خود میرا درد بن گئے ہو۔

☆ آج میری حالت وہ ہے جس کے پاؤں میں کانٹا چلا گیا ہو اور وہ کانٹے کے ذریعے کانٹا نکال رہا ہو کیونکہ تم خود بھی میرے لیے کانٹا ہو۔

☆ اے کاش! میں نے تمہیں دیکھا ہی نہ ہوتا، تم نے میرا دل پیپ سے بھر دیا ہے۔

☆ اے اللہ! مجھے ان سے لے لے اور انھیں مجھ سے لے لے، انھوں نے مجھے تھکا دیا ہے اور میں نے انھیں تھکا دیا ہے۔





www.pairwan-e-wilayat.com
پیروان ولایت پاکستان